قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران: 74)

روزنامہ

الفضل

لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

سوموار 18 اپریل 2022ء | 16 رمضان 1443 ہجری قمری | 18 شہادت 1401 ہجری شمسی | جلد:4 | شمارہ:93

ارشاد باری تعالیٰ

شَہۡرُ رَمَضَانَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ فِیۡہِ الۡقُرۡاٰنُ ہُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الۡہُدٰی وَالۡفُرۡقَانِ ۚ فَمَنۡ شَہِدَ مِنۡکُمُ الشَّہۡرَ فَلۡیَصُمۡہُ ؕ وَمَنۡ کَانَ مَرِیۡضًا اَوۡ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّۃٌ مِّنۡ اَیَّامٍ اُخَرَ ؕ یُرِیۡدُ اللّٰہُ بِکُمُ الۡیُسۡرَ وَلَا یُرِیۡدُ بِکُمُ الۡعُسۡرَ ۫ وَلِتُکۡمِلُوا الۡعِدَّۃَ وَلِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی مَا ہَدٰٮکُمۡ وَلَعَلَّکُمۡ تَشۡکُرُوۡنَ ﴿۱۸۶﴾

(البقرہ:186)

ترجمہ: رمضان کا مہینہ جس میں قرآن انسانوں کے لئے ایک عظیم ہدایت کے طور پر اتارا گیا اور ایسے کھلے نشانات کے طور پر جن میں ہدایت کی تفصیل اور حق و باطل میں فرق کر دینے والے امور ہیں۔ پس جو بھی تم میں سے اس مہینے کو دیکھے تو اس کے روزے رکھے اور جو مریض ہو یا سفر پر ہو تو اسے دوسرے ایّام میں گنتی پوری کرنا ہو گی۔ اللہ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لئے تنگی نہیں چاہتا اور چاہتا ہے کہ تم سہولت سے گنتی کو پورا کرو اور اس ہدیت کی بنا پر اللہ کی بڑائی بیان کرو جو اس نے تمہیں عطا کی اور تا کہ تم شکر کرو۔

فرمان رسول ﷺ

سعید بن ابی سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص قرآن کریم کو خوش الحانی سے نہیں پڑھتا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

(سنن ابوداؤد، کتاب الصلوٰۃ باب استجاب الترتیل فی القراءۃ حدیث 1469)

فرمان خلیفہ وقت

رمضان کے مہینے کو قرآن کریم سے ایک خاص نسبت ہے جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان فرمایا جو مَیں نے تلاوت کی ہے کہ شَہۡرُ رَمَضَانَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ فِیۡہِ الۡقُرۡاٰنُ۔ یہ فرما کر واضح فرما دیا کہ رمضان کے مہینے کے روزے یونہی مقرر نہیں کر دیئے گئے۔ بلکہ اس مہینے میں قرآن کریم جیسی عظیم کتاب آنحضرت ﷺ پر نازل ہوئی یا اس کا نزول ہونا شروع ہوا۔ اور احادیث میں ذکر ملتا ہے کہ جبریلؑ ہر سال رمضان میں آنحضرت ﷺ پر قرآن کریم کا جو حصہ اُترا ہوتا تھا اس کی دوہرائی کرواتے تھے۔

(صحیح بخاری کتاب فضائل القرآن باب کان جبریل یعرض القرآن علی النبیؐ حدیث 4997-4998)

پس اس مہینے کی اہمیت اس بات سے بڑھ جاتی ہے کہ خدا تعالیٰ کی آخری اور کامل شریعت اس مہینے میں نازل ہوئی، یا اس کا نزول شروع ہوا۔ پس اللہ تعالیٰ نے جب ہمیں روزوں کا حکم دیا تو پہلے یہ فرمایا کہ روزے تم پر فرض کئے گئے ہیں اور پھر یہ ہے کہ دعاؤں کی قبولیت کی خوشخبری دی۔ اس کے بعد کی جو آیات ہیں ان میں پھر بعض اور احکام جو رمضان سے متعلق ہیں وہ دیئے۔ اور یہ واضح فرما دیا کہ روزے رکھنا اور عبادت کرنا صرف یہی کافی نہیں ہے، بلکہ اس مہینے میں قرآن کریم کی طرف بھی تمہاری توجہ ہونی

بقیہ صفحہ 3 پر

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

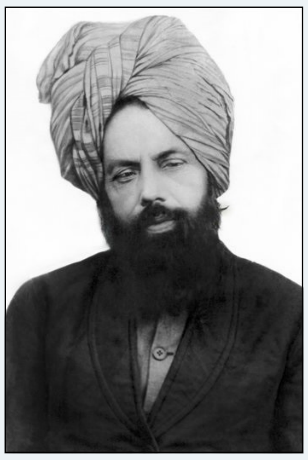

’’یاد رکھو، قرآن شریف حقیقی برکات کا سرچشمہ اور نجات کا سچا ذریعہ ہے۔ یہ ان لوگوں کی اپنی غلطی ہے جو قرآن شریف پر عمل نہیں کرتے۔ عمل نہ کرنے والوں میں سے ایک گروہ تو وہ ہے جس کو اس پر اعتقاد ہی نہیں اور وہ اس کو خدا تعالیٰ کا کلام ہی نہیں سمجھتے۔ یہ لوگ تو بہت دور پڑے ہوئے ہیں۔ لیکن وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور نجات کا شفا بخش نسخہ ہے اگر وہ اس پر عمل نہ کریں تو کس قدر تعجب اور افسوس کی بات ہے۔ ان میں سے بہت سے تو ایسے ہیں جنہوں نے ساری عمر میں کبھی اسے پڑھا ہی نہیں۔ پس ایسے آدمی جو خدا تعالیٰ کے کلام سے ایسے غافل اور لاپرواہ ہیں ان کی ایسی مثال ہے کہ ایک شخص کو معلوم ہے کہ فلاں چشمہ نہایت ہی مصفّٰی اور شیریں اور خُنک ہے اور اس کا پانی بہت سی امراض کے واسطے اکسیر اور شفاء ہے۔ یہ علم اس کو یقینی ہے لیکن باوجود اس علم کے اور باوجود پیاسا ہونے اور بہت سی امراض میں مبتلا ہونے کے وہ اس کے پاس نہیں جاتا، تو یہ اس کی کیسی بدقسمتی اور جہالت ہے۔ اسے تو چاہئے تھا کہ وہ اس چشمے پر منہ رکھ دیتا اور سیراب ہو کر اس کے لطف اور شفاء بخش پانی سے حظ اٹھاتا۔ مگر باوجود علم کے اس سے ویسا ہی دور ہے جیسا کہ ایک بے خبر۔ اور اس وقت تک اس سے دُور رہتا ہے جو موت آ کر خاتمہ کر دیتی ہے۔ اس شخص کی حالت بہت ہی عبرت بخش اور نصیحت خیز ہے۔ مسلمانوں کی حالت اس وقت ایسی ہی ہو رہی ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ ساری ترقیوں اور کامیابیوں کی کلید یہی قرآن شریف ہے جس پر ہم کو عمل کرنا چاہئے۔ مگر نہیں۔ اس کی پرواہ بھی نہیں کی جاتی۔ ایک شخص جو نہایت ہمدردی اور خیر خواہی کے ساتھ اور پھر نری ہمدردی ہی نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے حکم اور ایماء سے اس طرف بلاوے تو اسے کذّاب اور دجال کہا جاتا ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا قابل رحم حالت اس قوم کی ہو گی۔

مسلمانوں کو چاہئے تھا اور اب بھی ان کے لئے یہی ضروری ہے کہ وہ اس چشمہ کو عظیم الشان نعمت سمجھیں اور اس کی قدر کریں۔ اس کی قدر یہی ہے کہ اس پر عمل کریں اور پھر دیکھیں کہ خدا تعالیٰ کس طرح ان کی مصیبتوں اور مشکلات کو دور کر دیتا ہے۔ کاش مسلمان سمجھیں اور سوچیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے یہ ایک نیک راہ پیدا کر دی ہے اور وہ اس پر چل کر فائدہ اٹھائیں۔‘‘

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 140-141 ایڈیشن 1988ء)

اس شمارہ میں

- اُمُّ الکتاب (منظوم)
- رمضان میں روحانی تولید
- دُعا، ربوبیت اور عبودیت کا ایک کامل رشتہ ہے (مسیح موعودؑ)
- خلاصہ خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ
- خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ
- قرآن کریم کی تلاوت کا حق اور اس کے آداب و برکات
- مجلس انصار اللہ اسلام آباد، برطانیہ کے مقامی اجتماع کا انعقاد

دربارِ خلافت

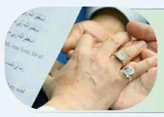

حضرت مسیح موعودؑ کے اپنے الفاظ میں آپ کی صداقت کا ثبوت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

آج میں نے اس حوالے سے یہ مناسب سمجھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اپنے الفاظ میں آپ کی صداقت کا ثبوت، اللہ تعالیٰ کی تائیدات، امام الزمان کی ضرورت، مسلمانوں کو آپ کو قبول کرنے اور مقام پہچاننے کی دعوت جو آپ نے دی ہے، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اپنے الفاظ میں وہ پیش کروں۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

’’وہ حوادثِ ارضی اور سماوی جو مسیح موعود کے ظہور کی علامات ہیں، وہ سب میرے وقت میں ظہور پذیر ہو گئی ہیں۔ مدت ہوئی کہ خسوف کسوف رمضان کے مہینے میں ہو چکا ہے‘‘۔ چاند اور سورج گرہن کا جو نشان تھا وہ ظاہر چکا ہے ’’اور ستارہ ذوالسنین بھی نکل چکا‘‘ دمدار ستارہ ’’اور زلزلے بھی آئے اور مَری بھی پڑی‘‘۔ یعنی ایسی بیماری جو طاعون وغیرہ۔ فرمایا ’’مَری بھی پڑی اور عیسائی مذہب بڑے زور شور سے دنیا میں پھیل گیا اور جیسا کہ آثار میں پہلے سے لکھا گیا تھا، بڑے تشدد سے میری تکفیر بھی ہوئی‘‘۔ یہ بھی پیشگوئی تھی۔ پہلے بزرگ لکھ گئے تھے کہ مسیح موعود آئے گا تو اُس کی تکفیر بھی ہو گی، اُسے کافر کہیں گے، جھوٹا کہیں گے۔ فرمایا کہ ’’غرض تمام علامات ظاہر ہو چکی ہیں اور وہ علوم اور معارف ظاہر ہو چکے ہیں جو دلوں کو حق کی طرف ہدایت دیتے ہیں‘‘

(کتاب البریّہ، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 298-299 حاشیہ)

پس یہ آپ نے اپنی صداقت کے بارے میں فرمایا کہ یہ ساری چیزیں ظاہر ہو رہی ہیں، پھر بھی تم لوگ ہوش نہیں کرتے۔

پھر اسی طرح ایک اور جگہ آپ فرماتے ہیں کہ

’’مَیں دیکھتا ہوں کہ وہ لوگ جو نیچر اور صحیفۂ قدرت کے پیرو بننا چاہتے ہوں اُن کے لئے خدا تعالیٰ نے یہ نہایت عمدہ موقع دیا ہے کہ وہ میرے دعوے کو قبول کریں۔ کیونکہ وہ لوگ ان مشکلات میں گرفتار نہیں ہیں جن میں ہمارے دوسرے مخالف گرفتار ہیں۔ کیونکہ وہ خوب جانتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے‘‘۔ جو لوگ اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں اُن کو مسیح موعود کے دعویٰ پر غور کرنا چاہئے۔ فرمایا ’’اور پھر ساتھ اس کے انہیں یہ بھی ماننا پڑتا ہے کہ مسیح موعود کی نسبت جو پیشگوئی احادیث میں موجود ہے وہ ان متواترات میں سے ہے جن سے انکار کرنا کسی عقلمند کا کام نہیں۔ پس اس صورت میں یہ بات ضروری طور پر انہیں قبول کرنی پڑتی ہے کہ آنے والا مسیح اِسی اُمّت میں سے ہو گا۔ البتہ یہ سوال کرنا اُن کا حق ہے کہ ہم کیونکر یہ دعویٰ مسیح موعود ہونے کا قبول کریں؟‘‘ یہ تو ٹھیک ہے کہ اس امت میں مسیح موعود ہو گا، لیکن یہ کس طرح صحیح ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے جو دعویٰ کیا ہے، وہ صحیح ہے؟ تو فرمایا ’’اور اس پر دلیل کیا ہے کہ وہ مسیح موعود تم ہی ہو؟‘‘ فرمایا ’’اس کا جواب یہ ہے کہ جس زمانہ اور جس ملک اور جس قصبہ میں مسیح موعود کا ظاہر ہونا قرآن شریف اور احادیث سے ثابت ہوتا ہے اور جن افعالِ خاصّہ کو مسیح کے وجود کی علّت غائی ٹھہرایا گیا ہے‘‘ یعنی یہ ضروری چیز ٹھہرایا گیا ہے ’’اور جن حوادث ارضی اور سماوی کو مسیح موعود کے ظاہر ہونے کی علامات بیان فرمایا گیا ہے اور جن علوم اور معارف کو مسیح موعود کا خاصّہ ٹھہرایا گیا ہے، وہ سب باتیں اللہ تعالیٰ نے مجھ میں اور میرے زمانہ میں اور میرے ملک میں جمع کر دی ہیں اور پھر زیادہ تر اطمینان کے لئے آسمانی تائیدات میرے شامل حال کی ہیں‘‘۔ آپ نے یہ فارسی شعر آگے لکھا ہے کہ ؎

’’چوں مرا حکم از پئے قوم مسیحی دادہ اند
مصلحت را ابن مریم نام من بنہادہ اند
آسماں بارد نشان الوقت می گوید زمیں
ایں دو شاہد از پئے تصدیق من استادہ اند‘‘

کہ مجھے چونکہ مسیح کی قوم کے لئے حکم دیا گیا ہے، اس لئے میرا نام ابنِ مریم رکھا گیا ہے۔ آسمان نشان برسا رہا ہے، زمین بھی کہہ رہی ہے کہ یہی وقت ہے۔ یہ دو گواہ میری تصدیق کے لئے کھڑے ہیں۔ فرماتے ہیں: ’’اب تفصیل اس کی یہ ہے کہ اشارات نصّ قرآنی سے ثابت ہوتا ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مثیلِ موسیٰ ہیں اور آپ

بقیہ صفحہ 4 پر

اُمُّ الکتاب

(کلام حضرت مسیح موعودؑ)

اے دوستو جو پڑھتے ہو اُمّ الکتاب کو
اب دیکھو میری آنکھوں سے اس آفتاب کو

سوچو دعا فاتحہ کو پڑھ کے بار بار
کرتی ہے یہ تمام حقیقت کو آشکار

دیکھو خدا نے تم کو بتائی دعا یہی
اس کے حبیب نے بھی پڑھائی دعا یہی

پڑھتے ہو پنج وقت اسی کو نماز میں
جاتے ہو اس کی رہ سے در بے نیاز میں

اس کی قسم کہ جس نے یہ سورت اُتاری ہے
اس پاک دل پہ جس کی وہ صورت پیاری ہے

یہ میرے رب سے میرے لئے اک گواہ ہے
یہ میرے صدقِ دعویٰ پہ مہر الٰہ ہے

میرے مسیح ہونے پہ یہ اِک دلیل ہے
میرے لئے یہ شاہد رب جلیل ہے

پھر میرے بعد اوروں کی ہے انتظار کیا
توبہ کرو کہ جینے کا ہے اعتبار کیا

(اعجاز المسیح ٹائیٹل پیج صفحہ 2 مطبوعہ 20 فروری 1901ء)

آج کی دعا

اَللّٰھُمَّ رَحْمَتَكَ أَرْجُوفَلَا تَكِلْنِيٓ إِلٰى نَفْسِي طَرْفَةَ عَيْنٍ وَّأَصْلِحْ لِي شَأْنِي كُلَّهٗ لَآ إِلٰهَ إِلَّآ أَنْتَ

(سنن ابی داوٗد ابواب النوم باب ما یقول اذا اصبح، حدیث: 5090)

ترجمہ: اے اللہ! میں تیری رحمت کا امیدوار ہوں، تو مجھے ایک لحہ کے لیے بھی میرے نفس کے حوالے نہ کرنا، اور میرے سارے معاملات درست فرما دے، تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

یہ سید ومولیٰ، مقدس الانبیاء، پیارے رسول حضرت محمد ﷺ کی بہت پیاری دعائے رحمت ہے۔

مرسلہ: مریم رحمٰن

اداریہ

رمضان میں روحانی تولید

اسلام میں بہت سے امور میں مادی اور روحانی نظام کی مثالیں دے کر مذہبی امور کی وضاحت اور اہمیت بیان کی گئی ہے۔ جیسے پانی، مادی روئیدگی کا موجب بنتا ہے۔ اسی طرح روحانی پانی مومنوں کی روحانی اور اخلاقی روئیدگی اور سرسبزی کے لئے اللہ تعالیٰ مومنوں پر اتارتا ہے۔ کچھ ایسی ہی کیفیت رمضان کے مہینہ کی ہے۔

جس طرح اللہ نے دنیا میں پیدائش انسانی کے لئے ایک مکمل نظام وضع کر رکھا ہے۔ مادہ تولید کے بعد مختلف مراحل میں سے گزرتا ہوا ایک بچہ مکمل ہو کر نو ماہ میں پیدا ہوتا ہے جو دنیا کی تمام آلائشوں، گندگیوں اور برائیوں سے پاک و صاف ہوتا ہے اسی لئے آنحضورؐ نے فرمایا ہے کہ بچہ فطرت انسانی پر پیدا ہوتا ہے۔ اس کے والدین اس کو یہودی، صابی یا مسلمان بناتے ہیں۔

بعینہ رمضان، دینی کیلنڈر ہجری قمری کا نواں مہینہ ہے جس میں ایک مومن اپنی روحانی تکمیل کرتا ہے۔ اسی لئے کہتے ہیں کہ رمضان کے مبارک مہینہ میں ایسے نیک اعمال بجالاؤ کہ تم اس کے اختتام پر نومولود بچے کی طرح پاک صاف ہو کر نکلو جو تمام آلائشوں اور گندگیوں سے پاک ہو۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ نے خطبہ جمعہ فرمودہ 19 اکتوبر 1906ء کو اس اعلیٰ نکتہ کو یوں بیان فرمایا۔

’’اس میں ایک عجیب سِر یہ ہے کہ یہ مہینہ آغاز سن ہجری سے نواں مہینہ ہے یعنی 1۔محرم 2۔صفر 3۔ ربیع الاوّل 4۔ ربیع الثانی 5۔ جمادی الاوّل 6۔ جمادی الثانی 7۔ رجب 8۔شعبان 9۔ رمضان اور یہ ظاہر ہے کہ انسان کی تکمیل جسمانی شکم مادر میں نو ماہ میں ہی ہوتی ہے اور عدد 9 کا، فی نفسہٖ بھی ایک ایسا کامل عدد ہے کہ باقی اعداد اس کے احاد سے مرکب ہوتے چلے جاتے ہیں۔ لا غیر۔ اس میں اشارہ اس امر کی طرف ہوا کہ انسان کی روحانی تکمیل بھی اسی نویں مہینے رمضان ہی میں ہونی چاہئے اور وہ بھی اس تدریج کے ساتھ کہ آغاز شہور ہجری سے ہر ایک ماہ میں ایام بیض وغیرہ کے روزے رکھنے سے بتدریج تصفیہ قلب حاصل ہوتا رہا‘‘

اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ کون سی بُرائیاں ہیں جن کو ترک کر کے ہم نو مولود بچے کی طرح اپنی روحانی پیدائش کر سکتے ہیں۔حضرت مرزا بشیر احمد رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ روزنامہ الفضل کے ایک مضمون کے ذریعہ 36 بدیوں کا ذکر کیا تھا۔جن میں سے چند ایک بُرائیوں اور بدیوں کی نشاندہی اس ارادہ سے کی جارہی ہے کہ رمضان میں ہم انہیں ترک کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے ہوں۔

- فرض نماز میں سستی
- نماز باجماعت میں سستی
- تہجد کی نماز میں سستی
- روزہ رکھنے میں سستی بغیر واجبی عذر کے یونہی کسی بہانے پر روزہ ترک کر دینا
- جو روزے کسی عذر پر چھوڑے جائیں بعد میں ان کو پورا کرنے کا فدیہ دینے میں سستی
- صاحب نصاب ہونے کے باوجود زکوٰۃ ادا کرنے میں سستی
- جماعت کے چندوں کو باقاعدہ بروقت ادا کرنے میں سستی
- اپنے بچوں کو نماز کی عادت ڈالنے اور اپنے ساتھ مسجد میں لانے کی سستی
- جھوٹ بولنا
- دوسروں پر جھوٹے افتراء باندھنا
- بدنظری
- دینی پردہ کی حدود کو توڑنا
- ماں باپ کی خدمت اور فرمانبرداری میں سستی
- بیوی/خاوند کے ساتھ بدسلوکی اور سختی سے پیش آنا یا عورت کی صورت میں خاوند کے ساتھ بدسلوکی اور تمرد سے پیش آنا اور خاوند کی خدمت میں سستی کرنا
- حقہ یا سگریٹ نوشی کا استعمال
- یتامیٰ کے مال میں خیانت یا بے جا تصرف کرنا
- یتیموں کی پرورش میں سستی یا بے احتیاطی کرنا
- کھانے پینے میں اسراف
- بدظنی کی عادت یعنی دوسرے کے ہر فعل کی تہہ میں کسی خاص خراب نیت کی جستجو رکھنا

ان (چند کمزوریوں) میں سے کوئی ایک یا ایک سے زائد کمزوریوں کو مدنظر رکھ کر ان کے متعلق اس رمضان کے مہینہ میں اپنے دل میں عہد کیا جائے کہ آئندہ خواہ کچھ ہو ہر حال میں ان سے کلّی اجتناب کیا جائے اور پھر اس عہد پر دوست ایسی پختگی اور ایسے عزم کے ساتھ قائم ہوں کہ خدا کے فضل سے دنیا کی کوئی طاقت انہیں اس عزم سے ہلا نہ سکے۔

اللہ تعالیٰ دنیا بھر کے احمدیوں کو اس مبارک ماہ رمضان کے تمام حقوق کما حقہ ادا کرنے اور روحانی تولید کی توفیق دے۔ آمین

(ابوسعید)

بقیہ: فرمان خلیفۂ وقت...... از صفحہ 1

چاہئے۔ اس کے پڑھنے کی طرف تمہاری توجہ ہونی چاہئے۔ روزوں کی اہمیت اس لئے ہے اور اس لئے بڑھی کہ اللہ تعالیٰ نے اس مہینے میں انسان کامل پر اپنی آخری اور کامل شریعت نازل فرمائی جو قرآن کریم کی صورت میں نازل ہوئی۔ خدا تعالیٰ کا قرب پانے اور دعاؤں کے اسلوب تمہیں اس لئے آئے کہ خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں وہ طریق سکھائے جس سے اس کا قرب حاصل ہوسکتا ہے اور دعاؤں کی قبولیت کے نشان ظاہر ہوتے ہیں۔ پس اس کتاب کو پڑھنا بھی بہت ضروری ہے۔ رمضان میں اس کی تلاوت کرنا بھی بہت ضروری ہے تا کہ سارا سال تمہاری اس طرف توجہ رہے۔ آنحضرت ﷺ کے آخری رمضان میں جبرئیل علیہ السلام نے آپ کو دو مرتبہ قرآن کریم کا دور مکمل کروایا۔

(صحیح بخاری کتاب فضائل القرآن باب کان جبریل یعرض القرآن علی النبیؐ حدیث 4997-4998)

پس اس سنت کی پیروی میں ایک مومن کو بھی چاہئے کہ دو مرتبہ قرآن کریم کا دور مکمل کرنے کی کوشش کرے۔ اگر دو مرتبہ تلاوت نہیں کر سکتے تو کم از کم ایک مرتبہ تو خود پڑھ کر کریں۔ پھر درسوں کا انتظام ہے، تراویح کا انتظام ہے، اس میں (قرآن) سنیں بعض کام پہ جانے والے ہیں کیسٹ اور CDs ملتی ہیں ان کو اپنی کاروں میں لگا سکتے ہیں، سفر کے دوران سنتے رہیں۔ اس طرح جتنا زیادہ سے زیادہ قرآن کریم پڑھا اور سنا جاسکے، اس مہینے میں پڑھنا چاہئے اور سننا چاہئے۔

اور پھر صرف تلاوت ہی نہیں بلکہ اس کے اندر بیان کردہ احکامات کی تلاش کرنی چاہئے۔ پھر سارا سال اُن تلاش شدہ احکامات پر عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ پھر ان حکموں کے اعلیٰ سے اعلیٰ معیار تلاش کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ تبھی رمضان کی اہمیت بھی واضح ہوتی ہے اور روزوں اور عبادتوں کا حق بھی ادا ہوتا ہے۔ کیونکہ اگر یہ نہیں پتہ کہ جو کام کر رہا ہوں اس کا مقصد کیا ہے اور کیوں خدا تعالیٰ نے احکامات دیئے ہیں تو ان اعمال کے حق ادا نہیں ہوسکتے۔ بلکہ اعمال کا بھی پتہ نہیں چل سکتا کہ کیا کرنا ہے۔ اگر صرف یہی سنتے رہیں کہ تقویٰ پر چلو اور اعمال صالحہ بجالاؤ اور یہ پتہ نہ ہو کہ تقویٰ کیا ہے اور اعمال صالحہ کیا ہیں تو یہ تو دیکھا دیکھی ایک نظام چل رہا ہے رمضان کے دنوں میں یا عام تقریریں سن لیں، آگے چلے گئے، خطبات سن لئے، چلے گئے۔ ایک کام تو ہو رہا ہو گا لیکن اس کی روح کا پتہ نہیں چلے گا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حقیقی مسلمان وہ ہیں جو اَلَّذِیۡنَ اٰتَیۡنٰہُمُ الۡکِتٰبَ یَتۡلُوۡنَہٗ حَقَّ تِلَاوَتِہٖ (البقرہ: 122) یعنی وہ لوگ جنہیں ہم نے کتاب دی اس کی اس طرح تلاوت کرتے ہیں جس طرح اس کی تلاوت کا حق ہے۔یعنی غور بھی باقاعدگی سے ہو۔ اور غور بھی اچھی طرح ہو تلاوت میں بھی باقاعدگی رہے اور پھر جو پڑھا یا سنا اس پر عمل کرنے کی کوشش بھی ہو۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 4 ستمبر 2009ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

حسنیٰ مقبول احمد۔امریکہ

دُعا، ربوبیت اور عبودیت کا ایک کامل رشتہ ہے (مسیح موعودؑ)

قسط 13

قبولیت دعا کے لئے صبر و استقلال کی شرط

اس میں شک نہیں کہ اس مرحلہ کو طے کرنے اور اس مقام تک پہنچنے کے لئے بہت سے مشکلات ہیں اور تکلیفیں ہیں مگر ان سب کا علاج صرف صبر سے ہوتا ہے۔ حافظ نے کیا اچھا کہا ہے۔شعر ؎

گویند سنگ لعل شود در مقام صبر
آرے شود ولیک بخون جگر شود

یاد رکھو کوئی آدمی کبھی دعا سے فیض نہیں اٹھا سکتا۔ جبتک وہ صبر میں حد نہ کر دے اور استقلال کے ساتھ دعاؤں میں نہ لگا رہے۔ اللہ تعالیٰ پر کبھی بدظنی اور بدگمانی نہ کرے۔ اس کو تمام قدرتوں اور ارادوں کا مالک تصور کرے، یقین کرے پھر صبر کے ساتھ دعاؤں میں لگا رہے وہ وقت آجائے گا کہ اللہ تعالیٰ اس کی دعاؤں کو سن لیگا۔ اور اسے جواب دیگا جو لوگ اس نسخہ کو استعمال کرتے ہیں۔ وہ کبھی بدنصیب اور محروم نہیں ہوسکتے۔ بلکہ یقیناً وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی قدرتیں اور طاقتیں بے شمار ہیں۔ اس نے انسانی تکمیل کے لئے دیر تک صبر کا قانون رکھا ہے۔ پس اس کو وہ بدلتا نہیں اور جو چاہتا ہے کہ وہ اس قانون کو اس کے لئے بدل دے۔ وہ گویا اللہ تعالیٰ کی جناب میں گستاخی کرتا اور بے ادبی کی جرأت کرتا ہے۔ پھر بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ بعض لوگ بے صبری سے کام لیتے ہیں اور مداری کی طرح چاہتے ہیں کہ ایک دم میں سب کام ہو جائیں۔ میں کہتا ہوں کہ اگر کوئی بے صبری کرے تو بھلا بے صبری سے خدا تعالیٰ کا کیا بگاڑے گا۔ اپنا ہی نقصان کرے گا۔ بے صبری کر کے دیکھ لے وہ کہاں جائے گا۔

میں ان باتوں کو کبھی نہیں مان سکتا اور درحقیقت یہ جھوٹے قصے اور فرضی کہانیاں ہیں۔ کہ فلاں فقیر نے پھونک مار کر یہ بنادیا اور وہ کر دیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی سنت اور قرآن شریف کے خلاف ہے اس لئے ایسا کبھی نہیں ہوسکتا۔

ہر امر کے فیصلہ کے لئے معیار قرآن ہے۔ دیکھو حضرت یعقوب علیہ السلام کا پیارا بیٹا یوسف علیہ السلام جب بھائیوں کی شرارت سے ان سے الگ ہوگیا تو آپ چالیس برس تک اس کے لئے دعائیں کرتے رہے اگر وہ جلد باز ہوتے تو کوئی نتیجہ پیدا نہ ہوتا۔ چالیس برس تک دعاؤں میں لگے رہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرتوں پر ایمان رکھا۔ آخر چالیس برس کے بعد وہ دعائیں کھینچ کر یوسف علیہ السلام کو لے ہی آئیں۔ اس عرصہ دراز میں بعض ملامت کرنے والوں نے یہ بھی کہا کہ تو یوسف کو بے فائدہ یاد کرتا ہے۔مگر انہوں نے یہی کہا کہ میں خدا سے وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ بیشک ان کو کچھ خبر نہ تھی مگر یہ کہا اِنِّیۡ لَاَجِدُ رِیۡحَ یُوۡسُفَ (یوسف:95) پہلے تو اتنا ہی معلوم تھا کہ دعاؤں کا سلسلہ لمبا ہوگیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اگر دعاؤں میں محروم رکھنا ہوتا۔تو وہ جلد جواب دے دیتا مگر اس سلسلہ کا لمبا ہونا قبولیت کی دلیل ہے۔ کیونکہ کریم سائل کو دیر تک بٹھا کر کبھی محروم نہیں کرتا بلکہ بخیل سے بخیل بھی ایسا نہیں کرتا۔ وہ بھی سائل کو اگر زیادہ دیر تک دروازہ پر بٹھائے تو آخر اس کو کچھ نہ کچھ دے ہی دیتا ہے۔حضرت یعقوب علیہ السلام کے دعاؤں کے زمانہ کی درازی پر وَابۡیَضَّتۡ عَیۡنٰہُ (یوسف:85) قرآن میں خود دلالت کر رہی ہیں۔غرض دعاؤں کے سلسلہ کے دراز ہونے سے کبھی گھبرانا نہیں چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ ہر نبی کی تکمیل بھی جدا جدا پیرایوں میں کرتا ہے۔حضرت یعقوبؑ کی تکمیل اللہ تعالیٰ نے اسی غم میں رکھی تھی۔

مختصر یہ کہ دعا کا یہ اصول ہے جو اس کو نہیں جانتا وہ خطرناک حالت میں پڑتا ہے اور جو اس اصول کو سمجھ لیتا ہے اس کا انجام اچھا اور مبارک ہوتا ہے۔

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 205-207)

قضا و قدر کا دعا کے ساتھ بہت بڑا تعلق ہے

قرآن شریف جس حال میں اعمال بد کی سزا ٹھہراتا ہے اور حدود قائم کرتا ہے اگر قضا و قدر میں کوئی تبدیلی ہونیوالی نہ تھی اور انسان مجبور مطلق تھا۔تو ان حدود و شرائع کی ضرورت ہی کیا تھی۔

پس یاد رکھنا چاہیئے کہ قرآن شریف دہریوں کی طرح تمام امور کو اسباب طبیعہ تک محدود رکھنا نہیں چاہتا بلکہ خالص توحید پر پہنچانا چاہتا ہے اصل بات یہ ہے کہ لوگوں نے دعا کی حقیقت کو نہیں سمجھا اور نہ قضا و قدر کے تعلقات کو جو دعا کے ساتھ ہیں تدبر کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ جو لوگ دعا سے کام لیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے لئے راہ کھول دیتا ہے۔ وہ دعا کو رد نہیں کرتا۔ ایک طرف دعا ہے۔ دوسری طرف قضا و قدر۔ خدا نے ہر ایک کے لئے اپنے رنگ میں اوقات مقرر کر دیئے ہیں۔اور ربوبیت کے حصہ کو عبودیت میں دیا گیا ہے اور فرمایا ہے۔ اُدۡعُوۡنِیۡۤ اَسۡتَجِبۡ لَکُمۡ مجھے پکارو میں جواب دوں گا۔ میں اس لئے ہی کہا کرتا ہوں کہ ناطق خدا مسلمانوں کا ہے لیکن جس خدا نے کوئی ذرہ پیدا نہیں کیا یا جو خود یہودیوں سے طمانچے کھا کر مر گیا وہ کیا جواب دیگا۔

تو کار زمیں را نکو ساختی
کہ با آسماں نیز پرداختی

جبر اور قدر کے مسئلہ کو اپنی خیالی اور فرضی منطق کے معیار پر کسنا دانشمندی نہیں ہے۔ اس سر کے اندر داخل ہونے کی کوشش کرنا بیہودہ ہے۔ الوہیت اور ربوبیت کا کچھ تو ادب بھی چاہیئے۔ اور یہ راہ تو ادب کے خلاف ہے کہ الوہیت کے اسرار کو سمجھنے کی کوشش کی جاوے۔ اَلطَّرِیۡقَۃُ کُلُّھَا اَدَبٌ

قضا و قدر کا دعا کے ساتھ بہت بڑا تعلق ہے۔ دعا کے ساتھ معلق تقدیر ٹل جاتی ہے جب مشکلات پیدا ہوتے ہیں تو دعا ضرور اثر کرتی ہے۔ جو لوگ دعا سے منکر ہیں۔ ان کو ایک دھوکا لگا ہوا ہے۔قرآن شریف نے دعا کے دو پہلو بیان کئے ہیں ایک پہلو میں اللہ تعالیٰ اپنی منوانا چاہتا ہے اور دوسرے پہلو میں بندے کی مان لیتا ہے۔

وَلَنَبۡلُوَنَّکُمۡ بِشَیۡءٍ مِّنَ الۡخَوۡفِ وَالۡجُوۡعِ (البقرہ:156) میں تو اپنا حق رکھ کر منوانا چاہتا ہے۔ نون ثقیلہ کے ذریعہ سے جو اظہار تاکید کیا ہے اس سے اللہ تعالیٰ کا یہ منشا ہے کہ قضائے مبرم کو ظاہر کریں گے تو اس کا علاج اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ (البقرہ: 157) ہی ہے۔اور دوسرا وقت خدا تعالیٰ کے فضل و کرم کی امواج کے جوش کا ہے وہ اُدۡعُوۡنِیۡۤ اَسۡتَجِبۡ لَکُمۡ (المومن:61) میں ظاہر کیا ہے۔

پس مومن کو ان دونوں مقامات کا پورا علم ہونا چاہیئے۔صوفی کہتے ہیں کہ فقر کامل نہیں ہوتا۔ جب تک محل اور موقع کی شناخت حاصل نہ ہو بلکہ کہتے ہیں کہ صوفی دعا نہیں کرتا۔ جبتک کہ وقت کو شناخت نہ کرے...

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 225-226)

عاجزی کرو تا ہماری دعائیں نیک نتیجے پیدا کریں

قبل از وقت عاجزی کرو گے تو ہماری دعائیں بھی تمہارے لئے نیک نتیجے پیدا کریں گی۔ لیکن اگر تم غافل ہوگئے تو کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ خدا کو ہر وقت یاد رکھو اور موت کو سامنے موجود سمجھو۔ زمیندار بڑے نادان ہوتے ہیں۔ اگر ایک رات بھی امن سے گزر جاوے تو بیخوف ہو جاتے ہیں۔ دیکھو تم لوگ کچھ محنت کر کے کھیت تیار کرتے ہو تو فائدہ کی امید ہوتی ہے۔ اسی طرح پر امن کے دن محنت کے لئے ہیں۔ اگر اب خدا کو یاد کرو گے تو اس کا مزہ پاؤ گے۔ اگرچہ زمینداری اور دنیا کے کاموں کے مقابلہ میں نمازوں میں حاضر ہونا مشکل معلوم ہوتا ہے اور تہجد کے لئے اور بھی۔ مگر اب اگر اپنے آپ کو اس کا عادی کر لو گے تو پھر کوئی تکلیف نہ رہے گی۔ اپنی دعاؤں میں طاعون سے محفوظ رہنے کی دعا ملا لو۔ اگر دعائیں کرو گے تو وہ کریم رحیم خدا احسان کرے گا۔

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 266، آن لائن ایڈیشن 1984ء)

بقیہ: دربارِ خلافت...... از صفحہ 2

کا سلسلۂ خلافت حضرت موسیٰ کے سلسلۂ خلافت سے بالکل مشابہ ہے۔ اور جس طرح حضرت موسیٰ کو وعدہ دیا گیا تھا کہ آخری زمانہ میں یعنی جبکہ سلسلہ اسرائیلی نبوت کا انتہا تک پہنچ جائے گا اور بنی اسرائیل کئی فرقے ہو جائیں گے اور ایک، دوسرے کی تکذیب کرے گا یہاں تک کہ بعض بعض کو کافر کہیں گے۔تب اللہ تعالیٰ ایک خلیفہ حامی دینِ موسیٰ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا کرے گا۔ اور وہ بنی اسرائیل کی مختلف بھیڑوں کو اپنے پاس اکٹھی کرے گا۔ اور بھیڑیئے اور بکری کو ایک جگہ جمع کر دے گا۔ اور سب قوموں کے لئے ایک حَکَم بن کر اندرونی اختلاف کو درمیان سے اٹھادے گا‘‘۔مطلب یہ کہ مظلوم قوموں کو اور ظالم قوموں کو اکٹھا کرے گا۔ ’’اور بغض اور کینوں کو دور کر دے گا۔ یہی وعدہ قرآن میں بھی دیا گیا تھا جس کی طرف یہ آیت اشارہ کرتی ہے کہ اٰخَرِیۡنَ مِنۡھُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوۡا بِھِمۡ۔ (الجمعۃ:4) اور حدیثوں میں اس کی بہت تفصیل ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ یہ اُمّت بھی اسی قدر فرقے ہو جائیں گے جس قدر کہ یہود کے فرقے ہوئے تھے۔ اور ایک دوسرے کی تکذیب اور تکفیر کرے گا‘‘۔ ایک دوسرے کو جھوٹا اور کافر کہیں گے ’’اور یہ سب لوگ عناد اور بغض باہمی میں ترقی کریں گے‘‘۔یعنی ایک دوسرے سے بغض میں اور ایک دوسرے سے دشمنی میں بڑھتے چلے جائیں گے ’’اُس وقت تک کہ مسیح موعود حَکَم ہو کر دنیا میں آوے۔ اور جب وہ حَکَم ہو کر آئے گا تو بغض اور شحناء کو دور کر دے گا۔‘‘یعنی بغض اور کینہ اور دشمنی جو ہے اُس کو دور کر دے گا ’’اور اس کے زمانہ میں بھیڑیا اور بکری ایک جگہ جمع ہو جائیں گے۔‘‘ یہ ظالم اور مظلوم جو ہیں، یا کمزور اور طاقتور جو ہیں وہ اکٹھے ہو کر ایک دین پر قائم ہوں گے اور صرف خدا تعالیٰ کی جو رضا ہے اُس کو حاصل کرنے کی کوشش کریں گے‘‘ چنانچہ یہ بات تمام تاریخ جاننے والوں کو معلوم ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایسے ہی وقت میں آئے تھے کہ جب اسرائیلی قوموں میں بڑا تفرقہ پیدا ہوگیا تھا۔ اور ایک دوسرے کے مکفّر اور مکذّب ہو گئے تھے۔ اسی طرح یہ عاجز بھی ایسے وقت میں آیا ہے کہ جب اندرونی اختلافات انتہا تک پہنچ گئے اور ایک فرقہ دوسرے کو کافر بنانے لگا۔ اس تفرقہ کے وقت میں اُمّت محمدیہ کو ایک حَکَم کی ضرورت تھی۔سو خدا نے مجھے حَکَم کر کے بھیجا ہے‘‘

(خطبہ جمعہ 22/ مارچ 2013ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

خلاصہ خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 15؍اپریل 2022ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یوکے

☆... حوالہ جات کی روشنی میں یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے مرتدین کو اُن کے ارتداد کی وجہ سے نہیں بلکہ اُن کی بغاوت اور جنگ کی وجہ سے سزا دی تھی
☆... حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ کے مصائب اگر پہاڑوں پر ٹوٹتے تو وہ پیوست زمین ہو جاتے لیکن آپؓ کو رسولوں جیسا صبر عطا کیا گیا
☆... حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت مستحکم ہونے کے بعد اللہ نے مومنوں کی خوف کی حالت کو امن میں بدل دیا
☆... مصنفین لکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ کی قیادت میں سیاسی مہارت علمی تجربہ علم راسخ اور ربانی فتح اور نصرت نمایاں ہوتی ہیں
☆... حضرت ابوبکرؓ کا خط بنام عرب قبائل حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی تصنیف سر الخلافہ میں درج کیا تا کہ پڑھنے والے ایمان اور بصیرت میں ترقی کریں

آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے عظیم المرتبت خلیفہ ٔ راشد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ

امیرالمومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 15؍اپریل 2022ء کو مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، یوکے میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو مسلم ٹیلی وژن احمدیہ کے توسّط سے پوری دنیا میں نشر کیا گیا۔ جمعہ کی اذان دینے کی سعادت مولانا فیروز عالم صاحب کے حصے میں آئی۔

تشہد، تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضورِانور ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ گزشتہ سے پیوستہ خطبہ جمعہ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے مرتدین کے خلاف کیے جانے والے اقدامات کا تذکرہ ہو رہا تھا۔ مختلف حوالہ جات کی روشنی میں یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے مرتدین کو اُن کے ارتداد کی وجہ سے نہیں بلکہ اُن کی بغاوت اور جنگ کی وجہ سے سزا دی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اس ارتداد کو سرکشی اور بغاوت سے تعبیر کیا ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اسلام اور مسلمانوں پر مصائب ٹوٹ پڑے۔ بہت سے منافق مرتد ہو گئے۔ افترا پردازوں کے ایک گروہ نے دعویٰ نبوت کر دیا۔ مسیلمہ کذاب کے ساتھ ایک لاکھ کے قریب جاہل اور بدکردار آدمی مل گئے اور فتنے بھڑک اٹھے۔ مومنوں پر ایک شدید زلزلہ طاری ہوگیا۔ ایسے وقت میں حضرت ابوبکرؓ خلیفہ بنائے گئے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب میرے والد خلیفہ بنائے گئے تو آغاز ہی میں آپؓ نے ہر طرح سے فتنوں کو موجزن اور جھوٹے مدعیان نبوت کی سرگرمیوں اور منافق مرتدوں کی بغاوت کو دیکھا اور آپؓ پر اتنے مصائب ٹوٹے کہ اگر وہ پہاڑوں پر ٹوٹتے تو وہ پیوست زمین ہو جاتے لیکن آپؓ کو رسولوں جیسا صبر عطا کیا گیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یہاں تک کہ اللہ کی نصرت آن پہنچی۔ جھوٹے نبی قتل اور مرتد ہلاک کر دیے گئے۔ فتنے دُور کر دیے گئے۔ اللہ نے مومنوں کو آفت سے بچا کر اُن کی خوف کی حالت کو امن میں بدل دیا۔ دین کو تمکنت بخشی اور ایک جہان کو حق پر قائم کر دیا۔ مفسدوں کے چہرے کالے کر دیے اور اپنا وعدہ پورا کیا۔ اس تکلیف کے بعد مومنوں کے دل روشن اور چہرے شاداب ہوگئے۔ وہ آپؓ کو ایک مبارک وجود اور نبیوں کی طرح تائید یافتہ سمجھتے تھے اور یہ سب کچھ حضرت ابوبکرؓ کے صدق اور گہرے یقین کی وجہ سے تھا۔

باغیوں کا قلع قمع کرنے کے لیے حضرت ابوبکرؓ نے فوج کو تقسیم کیا اور گیارہ سپہ سالاروں کو اسلامی جھنڈے دے کر مختلف علاقوں میں محاذوں پر بھیجا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کو طلیحہ بن خویلد اور بطاح مالک بن نویرہ سے، حضرت عکرمہؓ بن ابوجہل کو مسیلمہ سے، حضرت مہاجر بن ابوامیہؓ کو عنسی کی فوجوں، قیس بن مکشوح اور کندہ سے، حضرت خالد بن سعید بن عاصؓ کو حمقتین میں، حضرت عمرو بن عاصؓ کو قضاعہ ودیعہ اور حارث کی جمعیتوں سے، حضرت حذیفہ بن محصن غلفانیؓ کو اہل دبا سے، حضرت عرفجہ ھرثمہؓ کو مُہرہ میں، حضرت شرحبیل بن حسنہؓ کو یمامہ اور قضاعہ میں، حضرت طریفہ بن حاجزؓ کو بنوسلیم اور ہوازن سے، حضرت سوید بن مقرنؓ کو تہامہ میں اور حضرت علاء بن حضرمیؓ کو بحرین میں باغیوں سے مقابلے کا حکم دیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے ہر دستے کے امیر کو حکم دیا کہ جہاں جہاں سے وہ گزریں وہاں کے طاقتور مسلمانوں کو اپنے ساتھ لیں اور بعض طاقتور افراد کو وہیں اپنے علاقے کی حفاظت کے لیے پیچھے چھوڑ دیں۔

حضرت ابوبکرؓ کی اس تقسیم کا ذکر کرتے ہوئے ایک مصنف لکھتے ہیں کہ ان مہمات کے لیے ذوالقصہ فوجی مرکز قرار پایا۔ یہاں سے منظم اسلامی افواج ارتداد کی تحریک کو کچلنے کے لیے مختلف علاقوں کی طرف روانہ ہوئیں۔ دستوں کی تقسیم اور ان کے مواقع کی تحدید سے واضح ہوتا ہے کہ ابوبکرؓ جغرافیہ کا دقیق علم رکھتے تھے اور انسانی آبادیوں اور جزیرۃ العرب کے راستوں سے بخوبی واقف تھے۔ لشکروں کے ساتھ رابطہ بھی انتہائی دقیق تھا۔ تمام لشکر آپس میں مربوط تھے اور یہ خلافت کی اہم کامیابیوں میں سے تھا کیونکہ ان لشکروں کے اندر قیادت کی مہارت کے ساتھ حسنِ تنظیم بھی موجود تھا۔ مرتدین اپنے اپنے علاقوں میں متفرق تھے اور یہ تصور کیے ہوئے تھے کہ چند ماہ میں تمام مسلمانوں کا صفایا کر دیں گے۔ اسی لیے ابوبکرؓ نے چاہا کہ اچانک اُن کی شوکت و قوت کا صفایا کیا جائے اور اُن کا فتنہ بڑھنے سے قبل ہی اُن کی خبر لی اور انہیں اس بات کا موقع نہ دیا کہ وہ اپنا سر اٹھا سکیں اور مسلمانوں کو تکلیف پہنچا سکیں۔

حضرت ابوبکرؓ کی جانب سے قائدین کی تقرری کے حوالے سے مختلف امور کا تذکرہ کرتے ہوئے ایک اور مصنف ڈاکٹر علی محمد صلابی لکھتے ہیں کہ صدیق اکبرؓ نے دارالخلافہ مدینہ کی حفاظت کے لیے فوج کا ایک حصہ اپنے پاس رکھا اور اسی طرح امور حکومت میں رائے اور مشورہ کے لیے کبار صحابہ کی ایک جماعت اپنے پاس رکھی۔ قائدین کو حکم فرمایا کہ ارتداد سے متاثرہ علاقوں میں موجود مسلمان جو قوت اور طاقت کے مالک ہیں ان کو اپنے ساتھ شامل کر لیں اور ان علاقوں کی حفاظت کی خاطر کچھ افراد کو وہاں مقرر کر دیں۔ مرتدین کے ساتھ جنگ کرتے ہوئے ابوبکرؓ نے اَلْحَرْبُ خُدْعَۃٌ کے اصول کو اپنایا یعنی فوج کے اہداف کچھ ظاہر کرتے حالانکہ مقصود کچھ اَور ہی ہوتا۔ اس طرح ابوبکرؓ کی قیادت میں سیاسی مہارت علمی تجربہ علم راسخ اور ربانی فتح اور نصرت نمایاں ہوتی ہیں۔

اس موقع پر حضرت ابوبکرؓ نے دو فرمان بھی لکھے تھے؛ ایک عرب قبائل کے نام اور دوسرا سپہ سالاران فوج کی ہدایت کے لیے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی تصنیف لطیف سر الخلافہ میں عرب قبائل کے نام لکھے جانے والے خط کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ مناسب ہے کہ ہم یہاں وہ خط درج کر دیں (تا کہ) اس خط پر اطلاع پانے والے صدیق اکبرؓ کی شعائر اللہ کی ترویج اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام سنن کے دفاع میں مضبوطی کو دیکھ کر ایمان اور بصیرت میں ترقی کریں۔

اس خط میں حضرت ابوبکرؓ نے قبائل کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا کہ مَیں تمہیں اللہ کے تقویٰ کی اور تمہارے اس بخت کی اور نصیب کے حصول کی جو اللہ کے ہاں تمہارے لیے مقرر ہے اور وہ تعلیم جو تمہارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے پاس لے کر آیا اس پر عمل کرنے کی تمہیں تاکید کرتا ہوں اور یہ کہ تم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی راہنمائی سے راہنمائی حاصل کرو اور اللہ کے دین کو مضبوطی سے پکڑے رکھو کیونکہ ہر وہ شخص جسے اللہ ہدایت نہ دے وہ گمراہ ہے اور ہر وہ شخص جسے وہ نہ بچائے وہ آزمائش میں پڑے گا اور ہر وہ شخص جس کی وہ اعانت نہ فرمائے وہ بے یارومددگار ہے۔ پس جسے اللہ ہدایت دے وہی ہدایت یافتہ ہے اور جسے وہ گمراہ قرار دے وہ گمراہ ہے۔ پھر انہوں نے لکھا کہ میں نے اپنے پیغامبر کو حکم دیا ہے کہ وہ میرے اس خط کو تمہارے ہر مجمع میں پڑھ کر سنا دے اور اذان ہی اسلام کا اعلان ہے پس جب مسلمان اذان دیں تو وہ بھی اذان دے دیں اور ان پر حملہ سے رک جائیں اور اگر وہ اذان نہ دیں تو ان پر حملہ جلد کرو اور جب وہ اذان دے دیں تو جو ان پر فرائض ہیں ان کا مطالبہ کرو اور اگر وہ انکار کریں تو ان پر جلد حملہ کرو اور اگر اقرار کر لیں تو ان سے قبول کر لیا جائے۔

حضرت ابوبکرؓ نے دوسرا خط گیارہ امرائے لشکر کے نام تحریر فرمایا اور ہر امیر کو تاکیدی حکم دیا کہ وہ ہر معاملے میں ظاہر اور باہر میں اللہ کا تقویٰ اختیار کرے۔ جہاں تک اس کی استطاعت ہے اور اس کو اللہ کے معاملے میں جدوجہد کا اور ان لوگوں سے جہاد کا حکم دیا ہے جنہوں نے اللہ سے پیٹھ پھیر لی اور اسلام سے رجوع کرتے ہوئے شیطانی آرزوؤں کو اختیار کر لیا ہے۔ سب سے پہلے اُن پر اتمام حجت کرے اُنہیں اسلام کی طرف دعوت دیں۔ اگر وہ اس کو قبول کر لیں تو اُن لوگوں سے لڑائی سے رک جائے اور اگر وہ اس کو قبول نہ کریں تو اُن پر فی الفور حملہ کرے یہاں تک کہ اس کے سامنے جھک جائیں۔ پھر وہ اُن لوگوں کو اُن کے حقوق اور فرائض بتائے اور وہ اُن سے وصول کرے جو اُن پر فرض ہے اور اُنہیں دے جو اُن کے حقوق ہیں۔ جس نے انکار کیا تو اس سے لڑائی کی جائے۔ اگر اللہ اسے اُن پر فتح عطا کرے تو اُن کو بری طرح اسلحہ اور آگ کے ذریعہ قتل کیا جائے گا۔

ڈاکٹر علی محمد صلابی لکھتے ہیں کہ اس خط میں یہ ذکر ہے کہ مرتدین باغیوں کو آگ میں جلا دیا جائے۔ کسی کو جلانے کی سزا دینا تو جائز نہیں ہے۔ آگ کے ذریعہ عذاب دینا صرف اللہ کا کام ہے لیکن یہاں انہیں جلانے کا حکم اس لیے دیا گیا کہ ان بدمعاشوں نے اہل ایمان کے ساتھ یہی برتاؤ کیا تھا لہٰذا یہ قصاص کے طور پر تھا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں بھی یہی فرمایا ہے کہ جیسا کوئی کرتا ہے اُس کو اس کے مطابق ہی سزا دو بدلہ لینے کے لیے۔ باغیوں نے مسلمانوں کو جلانے اور اُنہیں گھناؤنے طریقے سے قتل کرنے کے جرم کا ارتکاب کیا تھا لہٰذا حضرت ابوبکرؓ نے اسی طرح اُن کو قتل کرنے اور سلوک کرنے کا حکم دیا تھا جیسا اُنہوں نے مسلمانوں کے ساتھ کیا تھا۔

حضور انور نے آخر میں فرمایا کہ یہ ذکر آگے بھی ان شاء اللہ بیان ہو گا۔ رمضان میں شاید دوسرے خطبہ بھی بیچ میں آتے رہیں گے ہو سکتا ہے وقت لگ جائے لیکن بہرحال جو بھی آئندہ خطبہ اس پہ آئے گا اس میں تفصیل بیان ہو گی۔

☆...☆...☆

(بشکریہ الفضل انٹرنیشنل)

خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 25؍مارچ 2022ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یوکے

’’یاد رکھو میرا سلسلہ اگر نری دکانداری ہے تو اس کا نام و نشان مٹ جائے گا۔ لیکن اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور یقیناً اسی کی طرف سے ہے تو ساری دنیا اس کی مخالفت کرے یہ بڑھے گا اور پھیلے گا اور فرشتے اس کی حفاظت کریں گے۔ اگر ایک شخص بھی میرے ساتھ نہ ہو اور کوئی بھی مدد نہ دے۔ تب بھی مَیں یقین رکھتا ہوں کہ یہ سلسلہ کامیاب ہوگا۔‘‘ (حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت مبارکہ سے حضرت مصلح موعودؓ کے بیان فرمودہ بعض ایمان افروز واقعات

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم آپ کی بیعت کا حق ادا کرنے والے بھی بنیں اور آپ کے پیغام کو دنیا میں پہنچا کر اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور انعاموں کے وارث بھی بنیں۔ بے وفاؤں میں نہ ہوں بلکہ وفاداروں میں ہمارا شمار ہو

کُردی زبان میں پہلی احمدیہ ویب سائٹ کے اجرا کا اعلان

دنیا کے حالات کے بارے میں دعاؤں کی تحریک

’’اللہ تعالیٰ دنیا کو تباہی سے بچائے اور انسانوں کو عقل دے اور اپنے پیدا کرنے والے کو پہچاننے والے ہوں‘‘

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۱﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲﴾ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳﴾ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴﴾ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴿۵﴾

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۶﴾ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴿۷﴾

دو دن پہلے 23؍مارچ کا دن تھا۔ یہ دن جماعت میں

یومِ مسیح موعود

کے دن سے پہچانا جاتا ہے۔ اس دن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پہلی بیعت لی تھی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس دن کے حوالے سے جماعت میں جلسے بھی منعقد کیے جاتے ہیں جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دعویٰ اور زمانے کے لحاظ سے آپؑ کے آنے کی ضرورت، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آپ کے بارے میں پیشگوئیاں، آپ کی سیرت کے مختلف پہلو وغیرہ بیان کیے جاتے ہیں۔ زمانے کی ضرورت کے لحاظ سے اپنی بعثت کی اہمیت کا ایک موقع پر آپؑ نے یوں ذکر فرمایا کہ اس زمانے میں خدا تعالیٰ نے بڑا فضل کیا ہے اور اپنے دین (یعنی دین اسلام) اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید میں غیرت دکھا کر ایک انسان کو جو تم میں بول رہا ہے بھیجا ہے تا کہ وہ اس روشنی کی طرف لوگوں کو بلائے۔ اگر زمانے میں ایسا فتنہ و فساد نہ ہوتا اور دین کے محو کرنے کے لیے جس قسم کی کوششیں ہو رہی ہیں نہ ہوتیں تو چنداں حرج نہ تھا۔ پھر ضرورت کوئی نہیں تھی کسی کے بھیجنے کی۔ لیکن اب تم دیکھتے ہو کہ ہر طرف، یمین و یسار اسلام ہی کو معدوم کرنے کی فکر میں جملہ اقوام لگی ہوئی ہیں۔ ہر طرف دائیں بائیں جہاں دیکھو یہی ہے کہ اسلام کو کس طرح ختم کیا جائے۔

اُس وقت بھی یہ حال تھا، یہی کوشش ہو رہی تھی جب آپؑ نے دعویٰ فرمایا اور اب بھی یہی حال ہے لیکن مسلمان کہلانے والوں کی اکثریت کو اس بات کی سمجھ نہیں آتی۔

بہرحال آپؑ فرماتے ہیں کہ براہین احمدیہ میں بھی مَیں نے ذکر کیا ہے کہ اسلام کے خلاف چھ کروڑ کتابیں تصنیف اور تالیف ہو کر شائع کی گئی ہیں۔ عجیب بات ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کی تعداد بھی چھ کروڑ۔ یعنی اس وقت جب آپؑ نے یہ فرمایا اس وقت مسلمانوں کی تعداد چھ کروڑ تھی اور اسلام کے خلاف کتابوں کا شمار بھی اسی قدر۔ اگر اس زیادتی کو جو اَب تک ان تصنیفات میں ہوئی ہے چھوڑ بھی دیا جائے تو بھی ہمارے مخالف ایک ایک کتاب پاک و ہند کے ہر ایک مسلمان کے ہاتھ میں دے چکے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کا جوش غیرت میں نہ ہوتا اور اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ اس کا وعدہ صادق نہ ہوتا تو یقیناً سمجھ لو کہ اسلام آج دنیا سے اٹھ جاتا اور اس کا نام و نشان تک مٹ جاتا۔ مگر نہیں ایسا نہیں ہوسکتا۔ خدا تعالیٰ کا پوشیدہ ہاتھ اس کی حفاظت کر رہا ہے۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد اوّل صفحہ 73)

آپؑ نے اپنے دعوے کے بعد یہ بتایا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ کی تائید اور نصرت آپ کے ساتھ ہے۔ کس طرح اللہ تعالیٰ کی قرآن کریم میں بیان کردہ پیشگوئیاں آپ کے حق میں پوری ہو رہی ہیں۔ کس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیاں اپنے مہدی اور مسیح کے حق میں پوری ہو رہی ہیں۔ یہ باتیں جیسا کہ میں نے کہا مختلف جلسے ہوتے ہیں ان جلسوں میں بھی سن رہے ہوں گے ایم ٹی اے پر بھی پروگرام آتے ہیں اس پر بھی سن رہے ہوں گے اور اس کی وضاحت ہو رہی ہو گی تو سننے والوں کو سننا چاہیے۔

اس وقت مَیں

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیان فرمودہ بعض باتیں

بیان کروں گا۔ یہ وہ واقعات ہیں یا وہ باتیں ہیں جو حضرت مصلح موعودؓ نے دیکھے یا براہ راست حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے سنے یا بعض روایت بیان کرنے والوں نے آپؓ کو سنائے جنہوں نے خود یہ دیکھے تھے اور ان بیان کرنے والوں میں غیر بھی شامل تھے، اپنے بھی شامل تھے۔ جہاں یہ واقعات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سچائی بیان کرتے ہیں وہاں ہمیں اپنی اصلاح اور اپنے ایمان میں مضبوطی کی طرف بھی توجہ دلاتے ہیں۔ اگر ان کو سن کر ہمیں اپنی اصلاح اور بہتری کی طرف توجہ نہیں ہوتی تو انہیں سننے کا کوئی فائدہ نہیں۔ اس لیے اس نظر سے ان باتوں کو ہمیں سننا چاہیے اور اب بھی سنیں تا کہ ہم اپنے ایمان میں مضبوطی پیدا کریں اور انہیں اپنے ایمان میں مضبوطی کا ذریعہ بنائیں۔

انبیاء کے مخالفین کا انبیاء کے متعلق ہمیشہ یہ شیوہ رہا ہے کہ وہ جو بھی کوئی علم و عرفان کی بات کریں تو یہی کہتے ہیں کہ کوئی دوسرا انہیں سکھاتا ہے حتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی قرآن کریم کے بارے میں یہ اعتراض ہے کہ نعوذ باللہ آپؐ کو کوئی سکھاتا تھا حالانکہ یہ وہ کتاب ہے جس کی کوئی مثال پیش نہیں کی جاسکتی۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا چیلنج ہے۔ بہرحال حضرت مسیح موعودؑ کے حوالے سے میں ذکر کرتا ہوں کہ جب براہین احمدیہ آپؑ نے تحریر فرمائی اور آپؑ نے شروع میں یہ بیان فرمایا کہ اتنی تعداد میں میں لکھوں گا۔ لیکن اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ماموریت کا جو مقام عطا فرمایا تو آپؑ نے فرمایا کہ یہ باتیں اب خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں لے لی ہیں، یہ کام اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے اور وہ حسبِ حالات جو مضامین سکھاتا رہے گا وہ میں بیان

کرتا ہوں گا تو مخالفین نے یہ اعتراض کر دیا کہ آپؑ کو کوئی لکھ کر دیتا تھا اور آپؑ بیان کر دیتے تھے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اس بارے میں ایک تقریر میں بیان فرمایا ہے اس زمانے میں ایک اخبار ہوتا تھا ''زمیندار'' اور ''احسان'' ایک دوسرا اخبار تھا یہ مخالف اخبارات یہ بھی لکھتے رہتے ہیں کہ کوئی مولوی چراغ علی صاحب حیدر آبادی تھے وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ مضامین لکھ کر بھجوایا کرتے تھے۔ جو آپؑ براہین احمدیہ میں شائع کر دیتے تھے۔ اور جب تک ان کی طرف سے مضامین کا سلسلہ جاری رہا آپ علیہ السلام بھی کتاب لکھتے رہے۔ مگر جب انہوں نے مضمون بھیجنے بند کر دیے تو آپؑ کی کتاب بھی ختم ہوگئی۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ مولوی چراغ علی صاحب کو کیا ہو گیا۔ لوگ کہتے ہیں ناں وہ لکھ کے دیا کرتے تھے۔ کیا ہو گیا انہیں کہ جو اچھا نکتہ سوجھتا ہے وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو لکھ کر بھیج دیتے اور اِدھر اُدھر کی معمولی باتیں اپنے پاس رکھتے۔ آخر مولوی چراغ علی صاحب مصنف ہیں۔ براہین احمدیہ کے مقابلہ میں ان کی کتابیں رکھ کر دیکھ لیا جائے۔ ان کی بعض کتابیں ہیں، ان کو براہین احمدیہ کے مقابلے میں رکھ کو کہ آیا کوئی بھی ان میں نسبت ہے؟ کہاں براہین احمدیہ اور کہاں ان کی تصنیف۔ پھر وجہ کیا ہے کہ دوسروں کو تو ایسا مضمون لکھ کر دے سکتے تھے جس کی کوئی نظیر ہی نہیں ملتی اور جب اپنے نام پر کوئی مضمون شائع کرنا چاہتے تو اس میں وہ بات ہی پیدا نہ ہوتی۔ پس اوّل تو انہیں ضرورت ہی کیا تھی کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مضمون لکھ لکھ کر بھیجتے۔ اور اگر بھیجتے تو عمدہ چیز اپنے پاس رکھتے اور معمولی چیز دوسرے کو دے دیتے۔ جیسے ذوق کے متعلق، ذوق بھی شاعر ایک گزرے ہیں، ان کے متعلق سب جانتے ہیں کہ وہ ظفر کو، بہادر شاہ ظفر کو نظمیں لکھ لکھ کر دیا کرتے تھے۔ مگر ''دیوانِ ذوق'' اور ''دیوانِ ظفر'' آج کل دونوں پائے جاتے ہیں۔ انہیں دیکھ کر صاف نظر آتا ہے کہ ذوق کے کلام میں جو فصاحت اور بلاغت ہے وہ ظفر کے کلام میں نہیں۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اگر وہ ظفر کو کوئی چیز دیتے بھی تھے تو اپنی بچی ہوئی دیتے تھے، اعلیٰ چیز نہیں دیتے تھے۔ حالانکہ بادشاہ ظفر تھا۔ غرض ہر معمولی عقل والا انسان بھی سمجھ سکتا ہے کہ اگر مولوی چراغ علی صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مضامین بھجوایا کرتے تھے تو انہیں چاہیے تھا کہ معرفت کے عمدہ عمدہ نکتے اپنے پاس رکھتے اور معمولی علم کی باتیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو لکھ کر دیتے۔ مگر مولوی چراغ علی صاحب کی کتابیں بھی موجود ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابیں بھی۔ انہیں ایک دوسرے کے مقابلہ میں رکھ کر دیکھ لو۔ کوئی بھی ان میں نسبت نہیں ہے۔ انہوں نے یعنی مولوی چراغ علی صاحب نے تو اپنی کتابوں میں صرف بائبل کے حوالے جمع کیے ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن کریم کے وہ معارف پیش کیے ہیں جو تیرہ سو سال میں کسی مسلمان کو نہیں سوجھے اور ان معارف اور علوم کا سینکڑواں بلکہ ہزارواں حصہ بھی ان کی کتابوں میں نہیں۔

(ماخوذ از فضائل القرآن (6)، انوار العلوم جلد 14 صفحہ 350)

پھر اور مولوی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف شور مچاتے ہیں، ان مولویوں اور مخالفین کے شور اور مخالفت کا ذکر کرتے ہوئے آپؓ نے ایک جگہ بیان کیا کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دعویٰ کیا اس وقت آپؑ کی حالت اور آپؑ کے ماننے والوں کی حالت بظاہر بہت کمزور تھی۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ ''میری پیدائش'' حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ''دعوے سے پہلے کی ہے اور گو میں نے ابتدا نہیں دیکھی مگر ابتدا کے قرب کا زمانہ دیکھا ہے۔'' یعنی ہوش و حواس میں۔ ''وہ زمانہ بھی کمزوری کا زمانہ تھا'' جماعت کی۔ ''طرح طرح مولوی لوگوں کو جوش دلاتے تھے اور ہر ممکن طریق سے دکھ اور تکالیف پہنچاتے تھے۔''

(خطباتِ محمود جلد 8 صفحہ 248)

لیکن کوئی روک نہیں پیدا کر سکے۔ جو اللہ تعالیٰ کے کام تھے وہ پورے ہوتے رہے۔

پھر یہ جو

مخالفت ہوتی رہی اس کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کیا ردّ عمل ہوتا تھا

حضرت مصلح موعودؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کئی دفعہ سنا ہے کہ لوگ گالیاں دیتے ہیں تب بھی برا معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ ہمیں گالیاں دے کے کیوں اپنی عاقبت خراب کر رہے ہیں اور اگر گالیاں نہ دیں تب بھی ہمیں تکلیف ہوتی ہے کیونکہ مخالفت کے بغیر جماعت کی ترقی نہیں ہوتی۔ گالیاں دیتے ہیں تو اس مخالفت کی وجہ سے جماعت کا پیغام پہنچتا ہے۔ تو فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے تھے کہ پس ہمیں تو گالیوں میں بھی مزہ آتا ہے۔ اس لیے اعتراضات یا لوگوں کی بدزبانی کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے۔

پھر پنجابی میں ایک ضرب المثل بیان کی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیان کرتے تھے کہ ''اونٹ اڑاندے ای لدے جاندے نے'' یعنی اونٹ گو چیختا رہتا ہے مگر مالک اس پر ہاتھ پھیر کے پھر بھی اسباب لاد ہی دیتا ہے۔ اسی طرح لوگ خواہ کچھ کہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ نصیحت فرمائی کہ تم نرمی اور محبت سے پیش آتے رہو۔

(ماخوذ از خطباتِ محمود جلد 15 صفحہ 265)

اللہ تعالیٰ فضل فرمائے گا۔ انہی لوگوں میں سے قبول کرنے والے آ جائیں گے۔ اس مخالفت کے حوالے سے ایک جگہ فرماتے ہیں کہ ''جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعویٰ فرمایا تو آپؑ کو ماننے والے صرف چند آدمی تھے مگر اس کے بعد آتھم کے ساتھ آپؑ کا مقابلہ ہوا تو لوگوں پر ایک ابتلا آیا اور انہوں نے سمجھا کہ آپؑ کی پیشگوئی اپنے ظاہری الفاظ کے لحاظ سے پوری نہیں ہوئی۔ پھر لیکھرام سے آپؑ کا مقابلہ ہوا تو گو آپؑ کی پیشگوئی نہایت شان سے پوری ہوئی مگر ہندوؤں میں آپؑ کے خلاف جوش پیدا ہو گیا اور انہوں نے آپؑ کی سخت مخالفت شروع کر دی۔ اسی طرح مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے فتووں کا وقت آیا تو جماعت پر ایک ابتلاء آیا۔ پھر ڈاکٹر عبدالحکیم کے ارتداد کا وقت آیا تو جماعت پر ابتلاء آیا۔ غرض

مختلف اوقات میں ایسے زور سے شورشیں اٹھیں کہ دیکھنے والوں نے سمجھا کہ اب یہ لوگ ختم ہو گئے۔ لیکن خدا تعالیٰ نے ان سب فتنوں کو مٹانے کے سامان پیدا کر دیے اور وہ فتنے بجائے جماعت کو تباہ کرنے کے اس کی ترقی اور عزت کا موجب بن گئے۔

اسی طرح اب ہو رہا ہے۔'' حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں ''تم دیکھ لو'' کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں شورش اٹھی تھی'' کہ کس کس رنگ میں جماعت کے خلاف شورشیں اٹھیں، فساد ہوئے اور کس طرح لوگوں نے سمجھ لیا کہ اب احمدیت مٹ جائے گی۔ مگر ہر بار بجائے مٹنے کے جماعت خدا تعالیٰ کے فضل سے پہلے سے بھی زیادہ ترقی کر گئی۔''

(خطباتِ محمود جلد 33 صفحہ 298)

تو یہ تو جماعت کی تاریخ ہے اور

الٰہی جماعتوں کی یہی تاریخ ہوتی ہے۔

یہ طریق مخالفت کا بھی جاری رہتا ہے۔ اب بھی ایسا ہی ہے اور انہی مخالفتوں میں سے گزرتی ہوئی جماعت ترقی کرتی جاتی ہے اور اب بھی ان شاء اللہ تعالیٰ ترقی کرتی رہے گی اور کر رہی ہے۔ مخالفین بھی زور لگاتے ہیں، منافقین بھی زور لگاتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنے کام پورے کر کے رہتا ہے جو اس نے وعدے کیے ہوئے ہیں وہ پورے کر کے رہے گا۔ ان شاء اللہ۔

مخالفت کے حوالے سے ایک تقریر میں آپؓ نے یہ بھی فرمایا کہ ایک پہلو تو اس کا یہ ہے کہ لوگوں کے اندر مخالفت ہوتی ہے اور وہ مخالفت کی وجہ سے ہماری باتوں کے سننے کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ ان کے دلوں میں غصہ پیدا ہوتا ہے یہ چیز تو ہمارے لیے بری ہوتی ہے۔ مگر ایک صورت یہ بھی ہوا کرتی ہے کہ جب کوئی شخص مخالفت کی باتیں سنتا ہے تو وہ پھر کریدتا ہے کہ اچھا یہ ایسے گندے لوگ ہیں۔ ذرا میں بھی تو جا کے دیکھوں۔ اور جب وہ دیکھتا ہے تو حیران ہو جاتا ہے کہ جو باتیں مجھے انہوں نے بتائی تھیں وہ تو بالکل اَور تھیں۔ یعنی مخالفین نے جو بتائی تھیں وہ تو اَور تھیں اور یہ باتیں جو احمدی کہتے ہیں بالکل اَور ہیں اور وہ ہدایت کو تسلیم کر لیتا ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں مجھے یاد ہے میں چھوٹا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مسجد میں تشریف رکھتے تھے، مجلس لگی ہوئی تھی کہ ایک صاحب رام پور سے تشریف لائے۔ وہ رہنے والے تو لکھنؤ یا اس کے پاس کے کسی مقام سے تھے لیکن رام پور میں رہتے تھے۔ چھوٹا قد تھا ان کا، دبلے پتلے آدمی تھے۔ ادیب بھی تھے، شاعر بھی تھے اور ان کو محاوراتِ اردو کی لغت لکھنے پر نواب صاحب رامپور نے مقرر کیا ہوا تھا۔ وہ آ کے مجلس میں بیٹھے اور انہوں نے اپنا تعارف کروایا کہ میں رام پور سے آیا ہوں اور نواب کا درباری ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پوچھا کہ آپ کو یہاں آنے کی تحریک کس طرح ہوئی؟ انہوں نے کہا کہ میں

بیعت میں شامل ہونے کے لیے آیا ہوں۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمانے لگے۔اس طرف یعنی رام پور کی طرف تو ہماری جماعت کا آدمی بہت کم پایا جاتا ہے اور اس طرف تبلیغ بھی بہت کم ہے۔آپ کو اس طرف آنے کی تحریک کس نے کی؟ تو حضرت مصلح موعودؓ کہتے ہیں کہ یہ لفظ میرے کانوں میں آج تک گونج رہے ہیں اور میں آج تک اس کو بھول نہیں سکا حالانکہ میری عمر اس وقت سولہ سال کی تھی کہ اِس کے جواب میں انہوں نے بے ساختہ طور پر کہا کہ یہاں آنے کی تحریک مجھے مولوی ثناء اللہ صاحب نے کی ہے۔حضرت مصلح موعودؓ کہتے ہیں کہ میں تو اپنی کم عمر کے لحاظ سے اس بات کو نہ ہی سمجھا ہوں گا مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس پر ہنس پڑے جو انہوں نے جواب دیا اور فرمایا کہ وہ کس طرح؟ تو انہوں نے کہا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی کتابیں نواب صاحب کے دربار میں آئی تھیں۔اور نواب صاحب بھی پڑھتے تھے اور مجھے بھی پڑھنے کے لیے کہا گیا تو میں نے کہا جو حوالے یہ لکھتے ہیں میں مرزا صاحب کی کتابیں بھی نکال کر دیکھ لوں کہ وہ حوالے کیا ہیں۔خیال تو مَیں نے یہ کیا کہ میں اس طرح احمدیت کے خلاف اچھا مواد جمع کر لوں گا لیکن جب مَیں نے حوالے نکال کر پڑھنے شروع کیے تو اُن کا مضمون ہی اور تھا۔اس سے مجھے اَور دلچسپی پیدا ہوئی اور میں نے کہا کہ چند اَور صفحے بھی اگلے پچھلے پڑھ لوں۔جب میں نے وہ پڑھے تو مجھے معلوم ہوا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور آپؐ کی شان اور آپؐ کی عظمت جو مرزا صاحب بیان کرتے ہیں وہ تو ان لوگوں کے دلوں میں ہے ہی نہیں۔پھر کہنے لگے مجھے فارسی کا شوق تھا۔اتفاقاً مجھے درثمین فارسی مل گئی اور وہ میں نے پڑھی اور وہ جب پڑھنی شروع کی تو اِس کے بعد میرا دل بالکل صاف ہو گیا اور میں نے کہا کہ جا کر بیعت کر لوں۔تو مخالفت جہاں فساد کا ذریعہ ہے وہاں فائدہ بھی ہوتا ہے۔(ماخوذ از چشمہ ہدایت، انوار العلوم جلد 22 صفحہ 433 تا 435) پس

ان دونوں حالات کو سامنے رکھتے ہوئے ہمیں بھی اپنی تبلیغ کی حکمت عملی تیار کرنی چاہیے۔

نبی کی اگر مخالفت نہ ہو تو تب بھی وہ پریشان ہو جاتے ہیں کیونکہ مخالفت ہی ترقی کا ذریعہ ہے جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔اس مضمون کو بیان کرتے ہوئے ایک جگہ حضرت مصلح موعودؓ بیان کرتے ہیں کہ مصری حکومت اپنے زمانے میں نہایت نامور حکومت تھی اور اس کا بادشاہ اپنی طاقت اور قوت پر ناز رکھتا تھا یعنی فرعون کے زمانے میں۔ایسے بادشاہ کے مقابل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کوئی حیثیت ہی نہیں تھی مگر باوجود اس کے جب وہ بادشاہ کے پاس گئے تو گو بادشاہ نے ان کو ڈرایا دھمکایا اور انہیں اور ان کی قوم کو تباہ و برباد کر دینے کا ارادہ ظاہر کیا اور کہا کہ اگر تم باز نہ آئے تو تمہیں بھی مٹا دیا جائے گا اور تمہاری قوم کو بھی مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام باز نہ آئے اور انہوں نے کہا جو پیغام مجھے خدا نے دینے کے لیے دیا ہے وہ میں ضرور پہنچاؤں گا۔دنیا کی کوئی طاقت مجھے اس سے روک نہیں سکتی۔یہی حال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تھا۔یہی حال محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا اور ایسی ہی حالت ہم نے، حضرت مصلح موعودؓ کہتے ہیں، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دیکھی ہے۔ساری قومیں آپؑ کی مخالف تھیں۔حکومت بھی ایک رنگ میں آپؑ کی مخالف ہی تھی گو آخری زمانے میں یہ رنگ نہیں رہا۔بہرحال قومیں آپؑ کی مخالف تھیں۔تمام مذاہب کے پیرو آپؑ کے مخالف تھے۔مولوی آپؑ کے مخالف تھے۔گدی نشین آپؑ کے مخالف تھے۔عوام آپؑ کے مخالف تھے اور امراء اور خواص بھی آپؑ کے دشمن تھے۔غرض چاروں طرف مخالفت کا ایک طوفان برپا تھا۔لوگوں نے آپ کو بہت کچھ سمجھایا۔

بعض نے دوست بن کر کہا کہ آپؑ اپنے دعووں میں کسی قدر کمی کر دیں۔بعض نے کہا کہ اگر آپ فلاں فلاں بات چھوڑ دیں تو سب لوگ آپ کی جماعت میں شامل ہو جائیں گے مگر آپؑ نے ان میں سے کسی بات کی بھی پرواہ نہ کی اور ہمیشہ اپنے دعوے کو پیش فرماتے رہے اور اس پر شور ہوتا رہا۔

ماریں پڑتی رہیں قتل ہوتے رہے مگر باوجود ان تمام تکالیف کے اور باوجود اس کے کہ آپؑ کا مقابلہ ایک ایسی دنیا سے تھا جس کا مقابلہ کرنے کی ظاہری سامانوں کے لحاظ سے آپؑ میں قطعاً طاقت نہ تھی پھر بھی آپؑ نے مقابلے کو جاری رکھا بلکہ مجھے خوب یاد ہے میں نے متعدد بار حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے سنا کہ نبی کی مثال تو ویسی ہی ہوتی ہے جیسی لوگ کہتے ہیں کہ ایک گاؤں میں ایک مجذوب سی عورت تھی۔جب وہ باہر نکلتی تو چھوٹے چھوٹے لڑکے اکٹھے ہو کر اسے چھیڑنے لگ جاتے۔اس کے ساتھ مذاق کرتے۔اسے تنگ کرتے، دِق کرتے اور اسے بار بار تنگ کرتے۔وہ بھی مقابلے میں ان لڑکوں کو گالیاں دیتی اور بددعائیں دیتی۔آخر ایک دن گاؤں والوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ یہ عورت مظلوم ہے اور ہمارے لڑکے اسے ناحق تنگ کرتے رہتے ہیں۔مظلومیت کی حالت میں یہ انہیں بددعائیں دیتی ہے۔کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کی بددعائیں کوئی رنگ لائیں۔ہمیں چاہیے کہ اپنے لڑکوں کو روک لیں تا کہ نہ وہ اسے تنگ کریں اور نہ یہ بددعائیں دے۔چنانچہ اس مشورے کے بعد انہوں نے فیصلہ کیا کہ کل سے سب گاؤں والے اپنے لڑکوں کو گھروں میں بند رکھیں گے اور انہیں باہر نہ نکلنے دیں۔چنانچہ دوسرے دن سب لوگوں نے اپنے لڑکوں سے کہہ دیا کہ آج سے باہر نہیں نکلنا اور مزید احتیاط کے طور پر انہوں نے باہر کے دروازوں کی زنجیریں لگا دیں۔جب دن چڑھا اور وہ پاگل عورت حسبِ معمول اپنے گھر سے نکلی تو کچھ عرصہ تک وہ ادھر ادھر گلیوں میں پھرتی رہی۔کبھی ایک گلی میں جاتی، پھر کبھی دوسری گلی میں مگر اسے کوئی لڑکا نظر نہ آتا۔پہلے تو یہ حالت ہوا کرتی تھی کہ کوئی لڑکا اس کے دامن کو گھسیٹ رہا ہے۔کوئی اسے چٹکی کاٹ رہا ہے۔کوئی اسے دھکا دے رہا ہے۔کوئی اس کے ہاتھوں کے ساتھ چمٹا ہوا ہے اور کوئی اس سے مذاق کر رہا ہے مگر آج اسے کوئی لڑکا دکھائی نہ دیا۔دوپہر تک تو اس نے انتظار کیا مگر جب دیکھا کہ اب تک کوئی لڑکا اپنے گھر سے نہیں نکلا تو وہ دوکانوں پر گئی اور ہر دوکان پر جا کر کہتی ہے کہ آج تمہارا گھر گر گیا ہے؟ بچے مر گئے ہیں؟ آخر ہوا کیا ہے کہ وہ نظر نہیں آتے؟ تھوڑی دیر کے بعد جب اس طرح اس نے ہر دکان پر جا کر یہ کہنا شروع کیا تو لوگوں نے کہا کہ گالیاں تو اس طرح بھی ملتی ہیں، بددعائیں تو یہ اب بھی دے رہی ہے اور اس طرح بھی ملتی ہیں جب لڑکے چھیڑتے ہیں۔تو چھوڑو بچوں کو، ان کو قید کیوں کر رکھا ہے۔حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام یہ حکایت بیان کر کے فرمایا کرتے تھے کہ انبیاء علیہم السلام کا حال بھی اپنے رنگ میں ایسا ہی ہوا کرتا ہے کہ دنیا ان کو چھیڑتی ہے تنگ کرتی ہے ان پر ظلم و ستم ڈھاتی ہے اور اس قدر ظلم کرتی ہے کہ ان کے لیے زندگی گزارنا مشکل ہو جاتا ہے اور ایک طبقے کے دل میں یہ احساس پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے کہ لوگ ظلم سے کام لے رہے ہیں انہیں نہیں چاہیے کہ ایسا کریں مگر فرمایا کہ وہ بھی یعنی انبیاء بھی دنیا کو نہیں چھوڑ سکتے۔جب دنیا ان کو نہیں ستاتی تو وہ خود اس کو جھنجھوڑتے ہیں اور بیدار کرتے ہیں۔پیغام دیتے ہیں۔کوئی بات بتاتے ہیں۔تبلیغ کی طرف زیادہ توجہ کرتے ہیں تا کہ دنیا ان کی طرف متوجہ ہو اور ان کی باتوں کو سنے۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 24 صفحہ 272 تا 274)

پھر انبیاء میں سختی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ

انبیاء سختی کیوں کرتے ہیں؟

تو اس بارے میں بھی آپؑ نے بیان فرمایا کہ انبیاء کی سختی اپنی ذات کے لیے نہیں ہوتی بلکہ اللہ تعالیٰ کے مقام کو قائم کرنے کے لیے اگر کبھی سختی دکھاتے ہیں اور غیرت دکھاتے ہیں تو وہ ہوتی ہے۔اپنی ذات کے لیے تو ان میں بالکل عاجزی ہوتی ہے۔اس بارے میں ”حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ہی ایک واقعہ ہے کہ ایک دفعہ لاہور کی ایک گلی میں ایک شخص نے آپ کو دھکا دیا۔آپؑ گر گئے جس سے آپؑ کے ساتھی جوش میں آ گئے اور قریب تھا کہ اسے مارتے لیکن آپؑ نے فرمایا کہ اس نے اپنے جوش میں سچائی کی حمایت میں ایسا کیا ہے۔“ ”یہ شخص جو ہے یہ تو یہی سمجھا ہے ناں مولویوں کی باتیں سن کے کہ مرزا صاحب جھوٹے ہیں تو میں اپنا بدلہ لوں تو اس نے تو سچائی کی وجہ سے یہ کیا ہے“ ”اسے کچھ نہ کہو۔پس

انبیاء اپنے نفس کے سوال کی وجہ سے نہیں بولتے بلکہ خدا کی عزت کے قیام کے لئے بولتے ہیں۔

تو یہ نہیں خیال کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی بھی ایسا ہی کرتے ہیں“ یعنی اگر وہ کبھی سختی کریں۔”ان میں اور عام لوگوں میں بڑا فرق ہوتا ہے وہ خدا تعالیٰ کے لئے کرتے ہیں اور عام لوگ اپنے لئے کرتے ہیں۔پس اگر کسی شخص کو یہ احساس پیدا ہو جائے۔“ پھر آگے آپؓ نصیحت فرما رہے ہیں ”کہ میں واقعہ میں کمزور ہوں تو ایسا انسان گمراہ ہو نہیں سکتا۔“ وہ اپنی کمزوری کی طرف نظر رکھے گا اللہ تعالیٰ سے مدد مانگے گا۔”انسان گمراہ اس وقت ہوتا ہے جب وہ یقین رکھتا ہے کہ میں حق پر ہوں۔“ اور پھر اس پہ تکبر ظاہر ہوتا ہے۔

پس ہمیں انبیاء کے اسوہ کو دیکھتے ہوئے ہمیشہ عاجزی کا اظہار کرتے رہنا چاہیے اور یہی گناہ سے بچنے کا بھی ذریعہ ہے۔

اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک حوالہ ہے۔”حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت

معاویہ کی نماز کا واقعہ بیان فرمایا کرتے تھے کہ ان سے ایک مرتبہ فجر کی نماز قضا ہوگئی لیکن وہ اس غلطی کے نتیجے میں نیچے نہیں گرے بلکہ ترقی کی۔'' شیطان نے ان پر قابو نہیں پایا بلکہ اللہ کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کی۔ ''پس جو گناہ کا احساس کرتا ہے وہ گناہ سے بچتا ہے اور جب گناہ کا احساس نہیں رہتا تو انسان معصیت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ پس مومن کو اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ پر غور کرنا چاہئے اور سمجھنا چاہئے کہ وہ خطرات سے محفوظ نہیں ہوا صرف اسی وقت محفوظ ہوسکتا ہے جبکہ خدا کی آواز اسے کہہ دے۔ پس انسان کو اپنے نفس کی کمزوری کا محاسبہ کرنا چاہئے۔ ایسے شخص کے لئے روحانیت کے راستے کھل جاتے ہیں'' جو اپنا محاسبہ کرتا رہتا ہے'' جو ایسا نہیں کرتا اس کے لئے روحانیت کے راستے مسدود ہو جاتے ہیں اور ایسا انسان گمراہ ہو جاتا ہے۔''

(خطباتِ محمود جلد 18 صفحہ 141-142)

ایک جگہ آپؓ فرماتے ہیں کہ ''بغیر محنتِ دینی یا محنتِ دنیوی کے کوئی انسان عزت حاصل نہیں کرسکتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ

ہمارے زمانہ میں تمام عزت خدا نے ہمارے ساتھ وابستہ کر دی ہے۔ اب عزت پانے والے یا ہمارے مرید ہوں گے یا ہمارے مخالف ہوں گے۔''

عزت پانے والے لوگوں کو دیکھ لو یا تو وہی لوگ عزت پائیں گے جو حضرت مسیح موعودؑ کو ماننے والے ہیں یا وہ جو مخالفت کرنے والے ہیں۔ دینی لحاظ سے جو اپنے آپ کو مخالف سمجھتے ہیں۔'' چنانچہ فرماتے تھے'' حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے تھے کہ ''مولوی ثناء اللہ صاحب کو دیکھ لو وہ کوئی بڑے مولوی نہیں ان جیسے ہزاروں مولوی پنجاب اور ہندوستان میں پائے جاتے ہیں۔ ان کو اگر اعزاز حاصل ہے تو محض ہماری مخالفت کی وجہ سے۔ وہ لوگ خواہ اس امر کا اقرار کریں یا نہ کریں مگر واقعہ یہی ہے کہ آج ہماری مخالفت میں عزت ہے یا ہماری تائید میں۔ گویا اصل مرکزی وجود ہمارا ہی ہے اور مخالفین کو بھی اگر عزت حاصل ہوتی ہے تو ہماری وجہ سے'' ہوتی ہے۔

(تفسیر کبیر جلد 8 صفحہ 614)

پس یہی ہم آج بھی دیکھتے ہیں۔ اگر مولویوں کی روٹی چل رہی ہے یا انہیں کرسی ملی ہوئی ہے تو احمدیت کی مخالفت کی وجہ سے ہے اور اب تو سیاستدان بھی بعض ملکوں میں خاص طور پر پاکستان میں احمدیت کی مخالفت کی وجہ سے اپنی سیاست چمکانے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ ان کی کرسی قائم رہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف جو سازشیں ہوئیں ان کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف بھی لوگوں نے سازشیں کیں۔ قتل کے مقدمات دائر کیے مگر اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ مخالفین کو اپنے مقاصد میں نامراد رکھا۔ ایسے ہی اقدام قتل کے مقدمہ میں مولوی محمد حسین بٹالوی، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف عدالت میں گواہی دینے آیا اور اس امید پر آیا کہ مرزا صاحب کو ہتھکڑی اگر نہ لگی ہوگی تو عدالت میں نعوذ باللہ ذلیل حالت میں کھڑے ہوں گے مگر باوجود اس کے کہ وہ انگریز ڈپٹی کمشنر جس کے سامنے مقدمہ پیش تھا وہ ہمارے سلسلہ کا مخالف بھی تھا اور اس نے ضلع میں تعینات ہوتے ہی کہا تھا کہ یہ شخص یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام جو ہمارے یسوع مسیح کی ہتک کرتا ہے، ان کو کہتا ہے کہ وہ فوت ہو گئے اب تک بچا ہوا ہے اس کو سزا کیوں نہیں دی جاتی؟ میں اب اسے سزا دوں گا۔ مگر جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس کے سامنے پیش ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ایسا تصرّف کیا کہ آپؑ کی شکل دیکھتے ہی اس کا بغض دور ہوگیا اور اس نے اپنے پاس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بیٹھنے کے لیے کرسی بچھا دی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس پر بیٹھ گئے۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی جو آیا ہی اس لیے تھا کہ آپؑ کو ذلت کی حالت میں دیکھے۔ اس نے جب دیکھا کہ آپؑ کرسی پر بیٹھے ہوئے ہیں تو برداشت نہ کرتے ہوئے اس نے کپتان ڈگلس ڈپٹی کمشنر سے سوال کیا کہ مجھے بھی کرسی دی جائے۔ اس نے، مولوی محمد حسین نے یہ خیال کیا کہ جب مجرم کے لیے کرسی بچھائی جاتی ہے تو گواہ کو کیوں کرسی نہیں ملے گی مگر کپتان ڈگلس نے جب یہ بات سنی تو اسے سخت غصہ آیا اور اس نے غضبناک ہو کر کہا کہ تجھے کرسی نہیں ملے گی۔ مولوی محمد حسین صاحب نے کہا میرے باپ کو لارڈ صاحب کے دربار میں کرسی ملا کرتی تھی مجھے بھی کرسی دی جائے۔ میں اہلِ حدیث کا ایڈووکیٹ ہوں اور میرا حق ہے کہ مجھے کرسی ملے۔ تب کپتان ڈگلس نے کہا کہ بک بک مت کر اور پیچھے ہٹ اور سیدھا کھڑا ہو جا۔ اب بجائے اس کے کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تذلیل دیکھتا خدا تعالیٰ نے اسے ذلیل کر دیا۔ پھر یہ تو عدالت کے کمرے کے اندر کا واقعہ ہے۔ جب مولوی صاحب باہر نکلے تو لوگوں کو یہ دکھانے کے لیے کہ گویا اندر بھی انہیں کرسی ملی ہے برآمدے میں ایک کرسی پڑی تھی اس پر بیٹھ گئے لیکن چونکہ نوکر وہی کرتے ہیں جو وہ اپنے آقا کو کرتے دیکھتے ہیں۔ چپڑاسی نے جب دیکھا کہ مولوی صاحب کو اندر تو کرسی نہیں ملی اور اب برآمدے میں کرسی پر آبیٹھے ہیں تو اسے خیال آیا کہ اگر صاحب بہادر نے دیکھ لیا تو مجھ پر ناراض ہوگا۔ وہ دوڑا دوڑا آیا اور کہنے لگا آپ کو یہاں پر بیٹھنے کا حق نہیں۔ اٹھ جائیے۔ اس طرح باہر کے لوگوں نے بھی دیکھ لیا کہ مولوی صاحب کی عدالت میں کتنی عزت ہوئی ہے۔ مولوی صاحب اس پر غصہ میں جل بھن کر آگے بڑھے تو کسی شخص نے زمین پر چادر بچھائی ہوئی تھی اس پر بیٹھ گئے مگر اتفاق کی بات ہے کہ چادر والا بھی جھٹ آپہنچا اور کہنے لگا کہ میری چادر چھوڑ دو۔ یہ تمہارے بیٹھنے سے پلید ہوتی ہے کیونکہ تم ایک مسلمان کے خلاف عیسائیوں کی طرف سے عدالت میں گواہی دینے آئے ہو۔ تو یاد رکھو کہ

اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب نصرت آتی ہے تو کوئی شخص اسے روک نہیں سکتا۔

پولیس کے افسر اور سپاہی کیا بڑے سے بڑے آدمی کی زندگی کا کوئی اعتبار نہیں اور ایک سیکنڈ میں اللہ تعالیٰ دشمنوں کو ہلاک کرسکتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے حضور جھکو اور اس سے دعائیں کرو۔ ہاں مومنوں کے لیے ابتلاؤں کا آنا بھی مقدر ہوتا ہے سو اگر صبر سے کام لو گے اور دعائیں کرو گے تو اللہ تعالیٰ ان ابتلاؤں کو دور کر دے گا۔

(ماخوذ از خطباتِ محمود جلد 15 صفحہ 184 تا 186)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور عیسائیوں کے درمیان ایک مباحثہ ہوا تھا اس کی روئیداد جو بیان ہوئی ہے وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب میں جنگِ مقدس کے نام سے شامل ہے۔ اس مباحثہ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ ایک جگہ اپنے خطبہ میں حضرت خلیفہ اولؓ کے حوالے سے بات کر رہے ہیں کہ حضرت خلیفہ اولؓ فرمایا کرتے تھے آتھم کے مباحثے میں ہم نے جو نظارہ دیکھا اس سے پہلے تو ہماری عقلیں دنگ ہو گئیں یعنی اس کو دیکھ کر پہلے تو ہماری عقلیں دنگ ہو گئیں اور پھر ہمارے ایمان آسمانوں تک پہنچ گئے۔ حضرت خلیفہ اولؓ فرماتے تھے کہ جب عیسائی مباحثے سے تنگ آ گئے اور انہوں نے دیکھا کہ ہمارا کوئی داؤ نہیں چلا تو چند مسلمانوں کو اپنے ساتھ ملا کر انہوں نے ہنسی کرنے کے لیے یہ شرارت کی کہ کچھ اندھے کچھ بہرے اور کچھ لولے اور کچھ لنگڑے بلا لیے اور انہیں مباحثہ سے پہلے ایک طرف بٹھا دیا۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف لائے تو جھٹ انہوں نے اندھوں بہروں اور لولوں لنگڑوں کو آپ کے سامنے پیش کر دیا اور کہا کہ باتوں سے جھگڑے طے نہیں ہوتے۔ آپ کہتے ہیں کہ میں مسیح ناصری کا مثیل ہوں اور مسیح ناصری اندھوں کو آنکھیں دیا کرتے تھے۔ بہروں کو کان بخشا کرتے تھے اور لولوں لنگڑوں کے ہاتھ پاؤں درست کیا کرتے تھے۔ مسیح ناصری تو یہ کیا کرتے تھے ہم نے آپ کو تکلیف سے بچانے کے لیے اس وقت چند اندھے، بہرے اور لولے، لنگڑے اکٹھے کر دیے ہیں۔ اگر آپ واقعی مثیلِ مسیح ہیں تو ان کو اچھا کر کے دکھا دیجیے۔ خلیفہ اولؓ فرماتے تھے کہ ہم وہاں بیٹھے تھے۔ ہم لوگوں کے دل ان کی اس بات کو سن کر بیٹھ گئے اور گو ہم سمجھتے تھے کہ یہ بات یونہی ہے یعنی حقیقت اس میں کوئی نہیں ہے جو مسیح ناصری کی طرف منسوب کی جاتی ہے لیکن پھر بھی ہمارے دل بیٹھ گئے۔ اس بات سے گھبرا گئے کہ آج ان لوگوں کو ہنسی مذاق اور ٹھٹھے کا موقع مل جائے گا مگر جب ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چہرے کو دیکھا تو آپؑ کے چہرے پر ناپسندیدگی یا گھبراہٹ کے کوئی آثار ہی نہیں تھے۔ جب وہ بات ختم کر چکے تو حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ دیکھئے پادری صاحب! مَیں جس مسیح کے مثیل ہونے کا دعویٰ کرتا ہوں اسلامی تعلیم کے مطابق وہ اس قسم کے اندھوں بہروں اور لولوں لنگڑوں کو اچھا نہیں کیا کرتا تھا مگر آپ کا عقیدہ یہ ہے کہ مسیح جسمانی اندھوں، جسمانی بہروں، جسمانی لولوں اور لنگڑوں کو اچھا کیا کرتا تھا تو آپ کی کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ اگر تم میں ایک ذرّہ بھر بھی ایمان ہو اور تم پہاڑوں سے کہو کہ یہاں سے وہاں چلا جا تو وہ چلا جائے گا اور اگر تم بیماروں پر ہاتھ رکھو گے تو وہ اچھے ہو جائیں گے۔ پس یہ سوال مجھ سے نہیں ہوسکتا۔ مَیں تو وہ معجزے دکھا سکتا ہوں جو میرے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھائے۔ آپ ان معجزوں کا مطالبہ کریں تو مَیں دکھانے کے لیے تیار ہوں۔ باقی رہے اس قسم کے معجزے سو آپ کی کتاب نے بتا دیا ہے کہ ہر وہ عیسائی جس کے اندر ایک رائی کے برابر بھی ایمان ہو ویسے ہی معجزے دکھا سکتا ہے جیسے حضرت مسیح ناصری نے دکھائے۔ سو آپ نے بڑی اچھی بات کی

ہے جو ہمیں تکلیف سے بچا لیا اور ان اندھوں بہروں اور لولوں اور لنگڑوں کو اکٹھا کر دیا ہے۔ اب یہ اندھے بہرے اور لولے لنگڑے موجود ہیں اگر آپ میں ایک رائی کے برابر بھی ایمان موجود ہے تو ان کو اچھا کر کے دکھا دیجئے۔ حضرت خلیفہ اولؓ فرماتے تھے کہ ہم نے دیکھا کہ اس جواب سے پادریوں کو ایسی حیرت ہوئی کہ بڑے بڑے پادری ان لولوں اور لنگڑوں کو کھینچ کھینچ کر الگ کرنے لگے۔ تو اللہ تعالیٰ اپنے مقربین کو ہر موقع پر عزت بخشتا ہے اور ان کو ایسے ایسے جواب سمجھاتا ہے جس کے نتیجہ میں دشمن بالکل ہکا بکا رہ جاتا ہے۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 23 صفحہ 88-89)

حضرت مسیح موعودؑ کی مخالفت کا ایک واقعہ سیالکوٹ کا ہے جو آپ نے بیان کیا۔ کہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سیالکوٹ میں گئے تو مولویوں نے فتویٰ دیا کہ جو ان کے لیکچر میں جائے گا اس کا نکاح ٹوٹ جائے گا لیکن چونکہ حضرت مرزا صاحب کی کشش ایسی تھی کہ لوگوں نے اس فتوے کی بھی کوئی پرواہ نہ کی تو مولویوں نے راستوں پر پہرے لگا دیے تا کہ لوگوں کو جانے سے روکیں اور سڑکوں پر پتھر جمع کر لیے کہ جو نہ رکے گا اسے ماریں گے پھر جلسہ گاہ سے لوگوں کو پکڑ پکڑ کر لے جاتے کہ لیکچر نہ سن سکیں۔ کہتے ہیں ایک بی ٹی صاحب ہوتے تھے جو اس وقت سیالکوٹ میں سٹی انسپکٹر تھے اور پھر سپرنٹنڈنٹ پولیس ہو گئے تھے۔ اب معلوم نہیں ان کا کیا عہدہ ہے جب یہ بیان کر رہے تھے۔ ان بی ٹی صاحب کا انتظام تھا۔ جب لوگوں نے شور مچایا اور فساد کرنا چاہا تو چونکہ حضرت صاحب کی تقریر اس نے بھی سنی تھی وہ حیران ہو گیا کہ اس تقریر میں تو حملہ آریوں اور عیسائیوں پر کیا گیا ہے اور جو کچھ مرزا صاحب نے کہا ہے اگر وہ مولویوں کے خیالات کے خلاف بھی ہو تو بھی اس سے اسلام پر کوئی اعتراض نہیں آتا۔ یہ تو عیسائیوں کے خلاف باتیں ہو رہی ہیں اور اگر باتیں سچی ہیں جو مرزا صاحب بیان کر رہے ہیں تو اسلام کا سچا ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اگر یہ باتیں سچی ہیں تو اس سے تو اسلام سچا ثابت ہوتا ہے۔ پھر مسلمانوں کے فساد کرنے کی وجہ کیا ہے؟ اگرچہ وہ سرکاری افسر تھا وہ جلسہ میں کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا یہ تو کہتے ہیں کہ عیسائیوں کا خدا مر گیا۔ اس پر اس نے وہاں مسلمانوں کو مخاطب کر کے کہا کہ تم کیوں غصہ ہوتے ہو؟ یہ تو یہی کہہ رہے ہیں ناں کہ عیسائیوں کا خدا مر گیا اس میں تمہارے غصہ کی کیا بات ہے۔ یہ تمہارے لیے اچھی بات ہے۔

غرض ان لوگوں کا ہم سے یہ سلوک ہے یعنی جو مخالفت کرنے والے ہیں اور بادی النظر میں یہی نظر آتا ہے کہ ان میں سے یعنی کہ مسلمانوں میں سے اگر کوئی آریوں میں چلا جائے تو مسلمانوں کو کوئی فرق نہیں پڑتا لیکن مرزا صاحب کی بات کوئی نہ سنے۔ آپؓ فرماتے ہیں اصل بات یہ ہے کہ مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق یہ خیال غلط ہے۔ اگر مسلمانوں میں سے کوئی اپنا مذہب بدلتا ہے تو ہمیں فرق پڑتا ہے۔

پھر آپؓ فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ

اے دل تو نیز خاطرِ ایناں نگاہ دار
کاخر کنند دعویٰ حُبِّ پیمبرم

(ماخوذ از تاریخ شدھی ملکانہ، انوار العلوم جلد 7 صفحہ 192)

اے دل! تو ان لوگوں کا لحاظ رکھ کیونکہ آخر یہ میرے پیغمبر کی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اس لیے ہمیں تو بہرحال ان کے دین بدلنے کا یا مذہب بدلنے کا یا بگڑنے کا درد ہو گا۔

ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ایک شخص نے کہا کہ میں آپ کا بہت مداح ہوں لیکن ایک بہت بڑی غلطی آپ سے ہوئی ہے۔ آپؑ جانتے ہیں کہ علماء کسی کی بات نہیں مانا کرتے کیونکہ وہ جانتے ہیں اگر مان لی تو ہمارے لیے موجب ہتک ہو گی۔ لوگ کہیں گے یہ بات فلاں کو سوجھی انہیں نہ سوجھی۔ اس لیے ان سے منوانے کا یہ طریق ہے کہ ان کے منہ سے ہی بات نکلوائی جائے۔ جب آپؑ کو وفاتِ مسیح کا مسئلہ معلوم ہوا تھا تو آپؑ کو چاہیے تھا کہ چیدہ چیدہ علماء کی دعوت کرتے اور ایک میٹنگ کر کے یہ بات ان کے سامنے پیش کرتے کہ عیسائیوں کو حیاتِ مسیح کے عقیدے سے بہت مدد ملتی ہے اور وہ اعتراض کر کے اسلام کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ تمہارا نبی فوت ہو گیا اور ہمارے مذہب کا بانی آسمان پر ہے۔ اس لیے وہ افضل ہے بلکہ خود خدا ہے۔ اس کا جواب کیا دیا جائے؟ یہ سوال کرتے۔ اس وقت جو علماء آپؑ نے دعوت پہ بلائے ہوتے تو وہ علماء جو تھے یہی کہتے کہ آپ ہی فرمائیے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کہتے۔ آپ فرمائیں اس کا کیا جواب ہے؟ تو آپؑ کہتے کہ رائے تو دراصل آپ لوگوں کی ہی صائب ہو سکتی ہے لیکن میرا خیال ہے کہ فلاں آیت سے حضرت مسیح کی وفات ثابت ہو سکتی ہے۔ علماء فوراً کہہ دیتے کہ یہ بات ٹھیک ہے۔ بسم اللہ کہہ کے اعلان کیجئے ہم تائید کے لیے تیار ہیں۔ یہ طریقہ اس شخص نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مولویوں کو منوانے کا بتایا۔ پھر کہتا ہے کہ پھر اسی طرح یہ مسئلہ پیش ہو جاتا کہ حدیثوں میں مسیح کی دوبارہ آمد کا ذکر ہے مگر جب مسیح علیہ السلام فوت ہو گئے تو اس کا کیا مطلب سمجھا جائے گا۔ اس پر کوئی عالم آپ کے متعلق کہہ دیتا کہ آپ ہی مسیح ہیں اور تمام علماء نے اس پر مہر تصدیق ثبت کر دینی تھی۔ یہ تجویز سن کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ

اگر میرا دعویٰ انسانی چال سے ہوتا تو میں بیشک ایسا ہی کرتا مگر یہ خدا کے حکم سے تھا۔ خدا نے جس طرح سمجھایا اسی طرح میں نے کیا۔

تو چالیں اور فریب انسانی چالوں کے مقابلے میں ہوتے ہیں خدا تعالیٰ کی جماعتیں ان سے ہرگز نہیں ڈر سکتیں۔ یہ ہمارا کام نہیں۔ خود خدا تعالیٰ کا کام ہے۔ وہی اس پیغام کو پہنچائے گا۔

(ماخوذ از خطباتِ محمود جلد 12 صفحہ 196-197)

چاند اور سورج گرہن کا واقعہ

ہماری جماعت کا مشہور واقعہ ہے۔ اس بارے میں بھی ایک مخالف مولوی جو غالباً گجرات کا رہنے والا تھا ہمیشہ لوگوں سے کہتا رہتا تھا کہ مرزا صاحب کے دعویٰ سے بالکل دھوکا نہ کھانا۔ حدیثوں میں صاف لکھا ہے کہ مہدی کی علامت یہ ہے کہ اس کے زمانے میں سورج اور چاند کو رمضان کے مہینے میں گرہن لگے گا۔ جب تک یہ پیشگوئی پوری نہ ہو اور سورج اور چاند کو رمضان کے مہینے میں گرہن نہ لگے۔ ان کے دعوے کو ہرگز سچا نہیں سمجھنا۔ اتفاق کی بات کہ وہ زندہ ہی تھا کہ سورج اور چاند کے گرہن کی پیشگوئی پوری ہو گئی۔ اس کے ہمسائے میں ایک احمدی رہتا تھا اس نے سنایا کہ جب سورج کو گرہن لگا تو اس مولوی نے اس گھبراہٹ میں اپنے مکان کی چھت پر چڑھ کر ٹہلنا شروع کر دیا۔ وہ ٹہلتا جاتا تھا اور کہتا جاتا تھا کہ ’’ہن لوگ گمراہ ہون گے۔ ہن لوگ گمراہ ہون گے‘‘، بار بار یہی کہتا تھا یعنی اب لوگ گمراہ ہو جائیں گے۔ تو اس نے یہ نہ سمجھا کہ جب پیشگوئی پوری ہو گئی ہے تو لوگ حضرت مرزا صاحب کو مان کر ہدایت پائیں گے۔ گمراہ نہیں ہوں گے۔ عیسائی بھی ایک طرح سے یہ مانتے تھے کہ وہ تمام علامتیں پوری ہو گئی ہیں جو پہلی کتب میں پائی جاتی ہیں مگر دوسری طرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ سن کر یہ بھی کہتے تھے کہ اس وقت اتفاقی طور پر ایک جھوٹے نے دعویٰ کر دیا۔ جیسے مسلمان کہتے ہیں علامتیں پوری ہو رہی ہیں مگر اتفاق کی بات یہ ہے کہ اس وقت ایک جھوٹے نے دعویٰ کر دیا۔ یہ مسلمانوں کی حالت ہے اب۔ مگر عجیب بات یہ ہے کہ ایسا اتفاق ایک جھوٹے کو ہی نصیب ہوتا ہے سچے کو نصیب نہیں ہوتا۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر جلد 10 صفحہ 56)

حضرت مسیح موعودؑ کے ماضی کے بارے میں آپؓ فرماتے ہیں کہ ’’ہر ایک بدی بتدریج پیدا ہوتی ہے۔ یہ کبھی نہیں ہوتا کہ ایک شخص رات کے وقت صادق سوئے اور صبح کو بدترین جھوٹ کا مرتکب ہو کر پہلے تو انسانوں پر بھی جھوٹ نہ بولتا تھا اور اب خدا پر جھوٹ بولنے لگا‘‘ صبح اٹھ کے۔ ’’اس کے مطابق ہم حضرت مرزا صاحبؑ کی دعویٰ سے پہلے کی زندگی دیکھتے ہیں۔ تو آپؑ نے یہاں کے ہندوؤں، سکھوں اور مسلمانوں کو بار بار باعلان فرمایا کہ کیا تم میری پہلی زندگی پر کوئی اعتراض کر سکتے ہو؟ مگر کسی کو جرأت نہ ہوئی بلکہ آپ کی پاکیزگی کا اقرار کرنا پڑا۔ مولوی محمد حسین بٹالوی جو بعد میں سخت ترین مخالف ہو گیا اس نے اپنے رسالہ میں آپؑ کی زندگی کی پاکیزگی اور بے عیب ہونے کی گواہی دی اور مسٹر ظفر علی خان کے والد نے اپنے اخبار میں آپؑ کی ابتدائی زندگی کے متعلق گواہی دی کہ بہت پاکباز تھے۔ پس جو شخص چالیس سال تک بے عیب رہا اور اس کی زندگی پاکباز رہی وہ کس طرح راتوں رات کچھ کا کچھ ہو گیا اور بگڑ گیا۔ علمائے نفس نے مانا ہے‘‘ یعنی سائیکاٹرسٹ(Psychiatrists) جو ہیں سائیکالوجسٹ(Psychologist) جو ہیں وہ بھی کہتے ہیں ’’کہ ہر عیب اور اخلاقی نقص آہستہ آہستہ پیدا ہوا کرتا ہے۔ ایک دم کوئی تغیر اخلاقی نہیں ہوتا ہے۔ پس

دیکھو کہ آپ کا ماضی کیسا بے عیب اور بے نقص اور روشن ہے!‘‘

(معیارِ صداقت، انوار العلوم جلد 6 صفحہ 60-61)

پھر اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کس طرح نصرت فرماتا رہا۔ اس بارے میں ہم دیکھتے ہیں۔ آپؑ لکھتے ہیں کہ

جو خدا کا رسول ہو اس کے ساتھ خدا کی نصرت ہوتی ہے۔ اگر نصرت نہیں تو وہ خدا کا مرسل اور رسول نہیں۔

لوگ قریب ہوتے ہیں کہ اس کو ہلاک کر دیں مگر خدا کی نصرت آتی ہے اور اس کو کامیاب کرتی ہے اور اس کے دشمنوں کے منصوبوں کو خاک میں ملا دیتی ہے۔ یہی معاملہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقابلہ میں ہوا۔ آپ کو طرح طرح سے مارنے کی کوشش کی گئی، لوگ مارنے پر متعین ہوئے جن کا علم ہو گیا اور وہ اپنے ارادے میں ناکام ہوئے۔ مقدمے آپؑ پر جھوٹے اقدام قتل کے بنائے گئے۔ چنانچہ مارٹن کلارک نے جھوٹا مقدمہ قتل کا بنایا اور ایک شخص نے کہہ بھی دیا کہ مجھے حضرت مرزا صاحب نے متعین کیا تھا۔ مجسٹریٹ وہ جو اس دعویٰ کے ساتھ آیا تھا کہ اس مدعی مہدویت اور مسیحیت کو اب تک کسی نے پکڑا کیوں نہیں؟ میں پکڑوں گا مگر جب مقدمہ ہوتا ہے تو وہی مجسٹریٹ کہتا ہے کہ میرے نزدیک یہ جھوٹا مقدمہ ہے۔ بار بار اس نے یہی کہا اور آخر اس شخص کو عیسائیوں سے علیحدہ کر کے پولیس افسر کے ماتحت رکھا گیا اور وہ شخص رو پڑا اور اس نے بتا دیا کہ مجھے عیسائیوں نے سکھایا تھا اور خدا نے اس جھوٹے الزام کا قلع قمع کر دیا۔

اسی طرح حضرت مصلح موعودؓ بیان کرتے ہیں کہ ہماری جماعت کے ایک پُر جوش مبلغ ہیں مولوی عمرالدین صاحب شملوی۔ یہ اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ وہ بھی اسی معیار پر پرکھ کر احمدی ہوئے تھے۔ وہ سناتے ہیں کہ شملے میں مولوی محمد حسین اور مولوی عبدالرحمٰن سیاح اور چند اَور آدمی مشورہ کر رہے تھے کہ اب مرزا صاحب کے مقابلے میں کیا طریق اختیار کرنا چاہیے۔ مولوی عبدالرحمٰن صاحب نے کہا کہ مرزا صاحب اعلان کر چکے ہیں کہ مَیں اب مباحثہ نہیں کروں گا۔ ہم اشتہار مباحثہ دیتے ہیں اگر وہ مقابلے پر کھڑے ہو جائیں گے تو ہم کہیں گے کہ انہوں نے جھوٹ بولا کہ پہلے تو اشتہار دیا کہ ہم مباحثہ کسی سے نہ کریں گے اور اب مباحثہ کے لیے تیار ہو گئے ہیں اور اگر مباحثے پر آمادہ نہ ہوئے تو ہم شور مچا دیں گے کہ دیکھو مرزا صاحب ہار گئے۔ اس پر مولوی عمرالدین صاحب نے کہا کہ اس کی کیا ضرورت ہے؟ میں جاتا ہوں اور جا کے ان کو قتل کر دیتا ہوں مسئلہ ہی ختم ہو۔ مولوی محمد حسین نے کہا کہ لڑکے تجھے کیا معلوم یہ سب کچھ کیا جا چکا ہے۔ مولوی عمر الدین صاحب کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی کہ

جس کی خدا اتنی حفاظت کر رہا ہے وہ خدا ہی کی طرف سے ہو گا۔

یہ لڑکے تو تھے۔ انہوں نے کہا کہ اتنی حفاظت اللہ تعالیٰ کر رہا ہے کہ اتنی تدبیروں کے باوجود بچے رہے تو پھر یہ خدا ہی کی طرف سے ہے۔ پھر انہوں نے جب بیعت کر لی تو واپس جاتے ہوئے ان کو مولوی محمد حسین بٹالوی سٹیشن پر ملے۔ کہا تُو کدھر؟ تو انہوں نے کہا کہ قادیان بیعت کر کے آیا ہوں۔ مولوی محمد حسین نے کہا کہ تُو بڑا شریر ہے۔ تیرے باپ کو لکھوں گا۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ مولوی صاحب یہ تو آپ ہی کے ذریعہ سے ہوا ہے جو کچھ ہوا ہے۔ پس مخالف اس کو، اللہ تعالیٰ کے پیارے کو مارنا چاہتے ہیں اور وہ بچایا جاتا ہے۔ خدا اس کی اپنے تازہ علم سے نصرت کرتا ہے اور ہر میدان میں اس کو عزت دیتا ہے۔

(ماخوذ از معیار صداقت، انوار العلوم جلد 6 صفحہ 61-62)

اسی طرح مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب کا یہ بھی دعویٰ تھا کہ میں مرزا صاحب کو تباہ کر دوں گا۔

’’مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جوانی کے دوست تھے اور آپؑ سے تعلق رکھنے والے تھے اور جو ہمیشہ آپؑ کے مضامین کی تعریف کیا کرتے تھے۔ انہوں نے اس دعویٰ کے معاً بعد یہ اعلان کیا‘‘ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب دعویٰ کیا تو انہوں نے اعلان کر دیا ’’کہ میں نے ہی اس شخص کو بڑھایا تھا اور اب میں ہی اس کو تباہ کر دوں گا... پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اپنے رشتہ داروں نے اعلان کر دیا بلکہ بعض اخبارات میں یہ اعلان چھپوا بھی دیا کہ اس شخص نے دکانداری چلائی ہے اس کی طرف کسی کو توجہ نہیں کرنی چاہیے اور اس طرح ساری دنیا کو انہوں نے بدگمان کرنے کی کوشش کی۔‘‘ حضرت مصلح موعودؓ کہتے ہیں کہ ’’پھر یہ میرے ہوش کی بات ہے کہ بہت سے کام کرنے والے لوگوں نے جو زمیندارہ انتظام میں کمین کہلاتے ہیں آپ کے گھر کے کاموں سے انکار کر دیا‘‘ یعنی کام کرنے والے جو کہلاتے ہیں انہوں نے گھروں میں باوجود زمیندارہ ماحول ہونے کے، علاقے کے زمیندار ہونے کے آپ کے گھر میں آ کے کام کرنے سے انکار کر دیا۔ ’’اس کے محرک در اصل ہمارے رشتہ دار ہی تھے۔ غرض

اپنوں اور بیگانوں نے مل کر آپؑ کو مٹانا اور آپؑ کو تباہ اور برباد کر دینا چاہا۔ مگر خدا نے اپنے بندے سے کہا ’دنیا میں ایک نبی آیا پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی کو ظاہر کر دے گا۔‘

ایک بے کس اور بے بس انسان قادیان جیسی بستی میں جہاں ہفتہ میں صرف ایک دفعہ ڈاک آیا کرتی تھی، جہاں ایک پرائمری سکول بھی نہ تھا اور جہاں ایک روپیہ کا آٹا بھی لوگوں کو میسر نہیں آتا تھا کھڑا ہوتا ہے اور پھر وہ انسان بھی ایسا ہے جو نہ مولوی ہے اور نہ بہت بڑی جائیداد کا مالک ہے۔ (بے شک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک شریف خاندان میں سے تھے مگر راجوں اور نوابوں کی طرح بہت بڑی جائیداد کے مالک نہیں تھے۔) وہ اٹھ کر دنیا کے سامنے یہ اعلان کرتا ہے ’’ایک شخص‘‘ اور پہلے دن ہی کہتا ہے کہ خدا میرے نام کو دنیا کے کناروں تک پہنچائے گا اور کون ہے جو آج کہہ سکے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام دنیا کے کناروں تک نہیں پہنچا۔‘‘

(خطبات محمود جلد 1 صفحہ 324-325)

آج تو ہم دیکھتے ہیں کوئی دنیا کا کونہ ایسا نہیں جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نام نہ پہنچا ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ’’کذاب کی ہلاکت کے واسطے اس کا کذب ہی کافی ہے لیکن جو کام اللہ تعالیٰ کے جلال اور اس کے رسول کی برکات کے اظہار اور ثبوت کے لیے ہوں اور خود اللہ تعالیٰ کے اپنے ہی ہاتھ کا لگایا ہوا پودا ہو۔ پھر اس کی حفاظت تو خود فرشتے کرتے ہیں۔ کون ہے جو اس کو تلف کر سکے؟ یاد رکھو میرا سلسلہ اگر نری دکانداری ہے‘‘ جیسا کہ انہوں نے کہا کہ دکانداری ہے ’’تو اس کا نام ونشان مٹ جائے گا لیکن اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور یقیناً اسی کی طرف سے ہے تو ساری دنیا اس کی مخالفت کرے یہ بڑھے گا اور پھیلے گا اور فرشتے اس کی حفاظت کریں گے۔‘‘ ان شاء اللہ۔ ’’اگر ایک شخص بھی میرے ساتھ نہ ہو اور کوئی بھی مدد نہ دے۔ تب بھی میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ سلسلہ کامیاب ہو گا۔‘‘ ان شاء اللہ

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 148)

پس اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم آپ کی بیعت کا حق ادا کرنے والے بھی بنیں اور آپ کے پیغام کو دنیا میں پہنچا کر اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور انعاموں کے وارث بھی بنیں۔ بے وفاؤں میں نہ ہوں بلکہ وفا داروں میں ہمارا شمار ہو۔ اللہ تعالیٰ اس کی ہمیں توفیق دے۔

آج میں

ایک ویب سائٹ کا بھی اعلان کروں گا۔ لانچ کروں گا۔

یہ بھی تبلیغ کا، دنیا کے کناروں تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پیغام پہنچانے کا ذریعہ ہے۔ یہ کُردش زبان میں جماعتی ویب سائٹ ہے Islamahmadiyya.krd۔ اس ویب سائٹ کی نگرانی ڈاکٹر اسماعیل محمد صاحب کر رہے ہیں جن کے ساتھ کردش جماعت کے ممبران کی ایک ٹیم بھی ہے۔ اس ویب سائٹ کا مقصد کردش زبان جاننے والے قارئین کو یہ موقع فراہم کرنا ہے کہ وہ پہلی بار احمدیہ جماعت کے عقائد کو اپنی زبان میں خود پڑھ سکیں۔ یہ ویب سائٹ بنیادی طور پر کردش زبان کے سرانی ڈائیلیکٹ (Dialect) پر مشتمل ہے جس کے ساتھ بادینی ڈائیلیکٹ میں بھی کچھ مواد موجود ہے۔ ویب سائٹ پر خبریں، مضامین، تفسیر، کتابیں اور خطبات جمعہ اور ویڈیو سیکشن شامل ہیں۔ کردش ترجمہ کمیٹی کے تعاون سے اس ویب سائٹ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی متعدد کتابوں کے ساتھ دیگر جماعتی کتب بھی مہیا کی گئی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابیں ہیں۔ حضرت خلیفہ ثانیؓ کی کتابیں ہیں اور دوسرا جماعتی لٹریچر ہے جس میں ’اسلامی اصول کی فلاسفی‘ ’مسیح ہندوستان میں‘ ’ضرورۃ الامام‘ ’حقیقۃ المہدی‘ ’دعوۃ الامیر‘، منصب خلافت وغیرہ شامل ہیں۔ تو جمعہ کے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ یہ ویب سائٹ بھی لانچ ہو گا۔ اللہ تعالیٰ بابرکت کرے۔

اسی طرح دنیا کے جو حالات ہیں اس بارے میں بھی کہنا چاہوں گا کہ

دعاؤں کو جاری رکھیں۔

اللہ تعالیٰ دنیا کو تباہی سے بچائے اور انسانوں کو عقل دے اور اپنے پیدا کرنے والے کو پہچاننے والے ہوں۔

(الفضل انٹرنیشنل 15 اپریل 2022ء)

طیبہ مبارکہ۔ ناروے

قرآن کریم کی تلاوت کا حق اور اس کے آداب وبرکات

قرآن کریم خدائے رحمان کی عطا کردہ وہ عظیم الشان کتاب ہے جو اللہ کی خاص رحمت کے تحت ہمیں عطا ہوئی۔ یہ کتاب ایک طرف توہمیں شرعی احکام اور گزشتہ انبیاء اور قوموں کے واقعات بتاتی ہے۔تو دوسری طرف آئندہ کی پیش خبریاں اور تمام موجودہ اور آئندہ علوم کا احاطہ کرتی ہے۔ اس کلام کی تاثیرات ہمیشہ زندہ رہیں گی کیونکہ یہ خالق کائنات اور رب العالمین کا کلام ہے۔ اور اسی نے اس کلام کی ہرطرح کی حفاظت کا ذمہ بھی لے رکھا ہے۔ اور اس کی معنوی حفاظت کے لئے ہر زمانے میں ایسے لوگ پیدا کرتا رہا ہے اور کرتا رہے گا جو اس کی تعلیمات کو تازہ کرتے رہیں گے۔

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ہم سب قرآن مجید سے محبت کرتے ہیں۔ہمیں بچپن سے قرآن مجید کو ناظرے سے پڑھنا اور اس کا ظاہری ادب اورعزت کرنا بھی سکھایا جاتا ہے جو کہ یقیناً بہت ضروری ہے۔ بہت سے مسلمانوں نے سال ہا سال قرآن مجید کو خوبصورت غلافوں میں بند کرکے اونچی الماریوں میں رکھ کر اپنی دانست میں اس کی بہت عزت کی۔ کچھ نے یہ سمجھا کہ قرآن کو سمجھنا سمجھانا صرف علماء کا کام ہے۔ اور ایک طبقے نے قرآن کو صرف برکت اور ثواب حاصل کرنے کے لئے استعمال کیا۔ اور اس کی بعض سورتوں کو بعض خاص مواقع پر پڑھنے کے لئے مخصوص کرلیا۔ یا اس کی آیتوں کو تعویذ بنالیا مگر افسوس کہ مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کا جس میں بدقسمتی سے کسی حد تک ہم احمدی بھی شامل ہیں قرآن کریم سے ایک ذاتی تعلق نہ بن سکا۔ ہم میں سے بہت سوں نے یہ جاننے کی کوشش نہیں کی کہ اللہ نے اس کتاب میں بندے کے نام کیا کیا پیغامات بھیجے ہیں۔ کیا کیا احکامات جاری کئے ہیں۔ اور ہم کس طرح اس کی تلاوت کا حق ادا کرسکتے ہیں۔

قرآن کریم حضور ﷺ پر نازل ہوا اور سب سے زیادہ آپؐ ہی اس کو سمجھنے والے تھے۔ اور اس کلام کی اصل شان تب ظاہر ہوتی تھی جب خود خدا کا رسول اس کی تلاوت کر کے سناتا تھا۔ یہاں تک کہ عرش کے خدا کو بھی آپ کی تلاوت پر پیار آتا تھا۔ کیونکہ آپ ایک عجیب جذب، سوزوگداز اور عشق ومحبت کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر، غور کرتے ہوئے اس پاک کلام کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ آپ کی تلاوت کی شان وعظمت ہی تھی جو قرآن شریف میں یوں بیان ہوئی اَلَّذِیۡنَ اٰتَیۡنٰہُمُ الۡکِتٰبَ یَتۡلُوۡنَہٗ حَقَّ تِلَاوَتِہٖ ؕ اُولٰٓئِکَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِہٖ (البقرہ:122)

یعنی جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کی اس طرح تلاوت کرتے ہیں جیسے تلاوت کا حق ہے یہی لوگ ہیں جو اس کتاب پر سچا ایمان رکھتے ہیں۔

قرآن شریف کی حقیقی عزت اس کی تلاوت کا حق ادا کرنا ہے۔صرف رسمی طور پر تلاوت کرنا نہیں۔ اور یہی اس کے نزول کا مقصد ہے۔تلاوت کا حق ادا کرنے کے کچھ تقاضے ہیں۔ اور اس کے لئے پہلا قدم قرآن کریم کو صحیح تلفظ اور روانی کے ساتھ پڑھنا سیکھنا، پھر ترجمہ کے ذریعہ اس کے مطالب پر غور کرنا، سمجھنا اور پھر تفسیر کا مطالعہ ہے۔ اسی طرح اس کو زیادہ سے زیادہ حفظ کرنا اور سب سے بڑھ کر اس کے حکموں کے مطابق اپنی زندگی گزارنا ہے۔ پڑھنے کے دوران بات سمجھ نہ آئے تو کسی استاد سے مدد لینا ضروری ہے۔ بالکل اسی طرح جس طرح دنیا کے باقی علوم کے لئے ہمیں استاد کی ضرورت ہوتی ہے۔قرآن سیکھنے کے لئے عمر کی کوئی قید نہیں صرف جذبہ اور شوق کی ضرورت ہے۔ بغیر سوچے سمجھے تلاوت کرنے سے ہم وہ نتائج حاصل نہیں کر سکتے جو اس عظیم الشان کتاب کے نزول کا مقصد ہے۔ اپنے نزول کے مقصد کے بارے میں خود قرآن فرماتا ہے کِتٰبٌ اَنۡزَلۡنٰہُ اِلَیۡکَ مُبٰرَکٌ لِّیَدَّبَّرُوۡۤا اٰیٰتِہٖ وَلِیَتَذَکَّرَ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ (ص:30) یعنی یہ عظیم الشان کتاب، جسے ہم نے تیری طرف نازل کیا، مبارک ہے تا کہ لوگ اس کی آیات پر تدبر کریں اور تا کہ عقل والے نصیحت پکڑیں۔

اسی بات کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام یوں بیان فرماتے ہیں کہ ’’قرآن شریف کی تلاوت کی اصل غرض تو یہ ہے کہ اس کے حقائق اور معارف پر اطلاع ملے اور انسان ایک تبدیلی اپنے اندر پیدا کرے۔‘‘

(ملفوظات جلد اول صفحہ 285)

کچھ لوگ قرآن شریف پر یہ اعتراض بھی کرتے ہیں کہ ایک مشکل کتاب ہے جو ہر ایک کی سمجھ میں نہیں آتی۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَقَدۡ یَسَّرۡنَا الۡقُرۡاٰنَ لِلذِّکۡرِ فَہَلۡ مِنۡ مُّدَّکِرٍ (القمر:18) اور یقینا ہم نے اس قرآن کو نصیحت کے لئے آسان بنایا ہے۔ پس ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا۔

چونکہ قرآن کا نزول اور حضور ﷺ کی بعثت کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ یعنی تمام انسانوں کے لئے ہوئی ہے اس لئے یہ ضروری تھا کہ قرآن کریم کی بنیادی تعلیمات عام فہم اور آسان ہوں تا کہ ہر قابلیت کا انسان ان کو سمجھ سکے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس بارہ میں فرماتے ہیں: ’’یہ اعتراض نہیں ہوسکتا کہ اگر علم قرآن خاص بندوں سے مخصوص کیا گیا ہے تو دوسروں سے نافرمانی کی حالت میں کیوں کر مواخذہ ہوگا۔ کیونکہ قرآن کریم کی وہ تعلیم جو مدار ایمان ہے وہ عام فہم ہے اس کو ایک کافر بھی سمجھ سکتا ہے اور ایسی نہیں ہے کہ کسی پڑھنے والے سے مخفی رہ سکے۔ وہ اگر عام فہم نہ ہوتی تو کارخانہ تبلیغ ناقص رہ جاتا‘‘

(کرامات الصادقین، روحانی خزائن جلد 7 صفحہ 53)

یہ تو عام قرآنی تعلیم کی بات تھی جو ہر ایک کو سمجھ آسکتی ہے اور یہ ہر زمانے میں عام رہی ہے۔ اب دیکھتے ہیں کہ قرآن کریم کے دقائق ومعارف کے نازل ہونے کے بارے میں اللہ کا کیا دستور رہا ہے. سورۃ الحجر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِنۡ مِّنۡ شَیۡءٍ اِلَّا عِنۡدَنَا خَزَآئِنُہٗ ۫ وَمَا نُنَزِّلُہٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعۡلُوۡمٍ (الحجر:22) ہمارے پاس ہر چیز کے خزانے موجود ہیں مگر ہم اسے ایک معلوم اندازے کے مطابق نازل کرتے رہتے ہیں۔

یعنی اللہ تعالیٰ کے پاس ہر شے کے خزانے موجود ہیں اور وہ زمانے کی ضرورت اور حکمت کے مطابق ان کو اتارتا ہے۔ جیسے تمام معدنیات، تیل، ذرائع رسل ورسائل وغیرہ اللہ کی دی ہوئی عقل سے انسان نے اپنے اپنے وقت پر دریافت کئے۔ اسی طرح قرآنی حقائق ومعارف بھی زمانے کی ضرورت کے مطابق کھلتے ہیں۔حضور ﷺ پر قرآن نازل ہوا اور ہدایت کی تعلیم مکمل ہوگئی۔ مگر اس وقت کے لوگوں کو سائنسی ترقی نہ ہونے کی وجہ سے بہت سی باتیں سمجھ نہیں آسکتی تھیں جن کو ہم آج پورا ہوتے دیکھ رہے ہیں۔ اس وقت قرآن کا پیغام بھی کم لوگوں تک پہنچا کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کام آخری زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کی جماعت کے ذریعے کرنا مقدر کر رکھا تھا۔ اور آنے والے مسیح کی یہ فضیلت بیان ہوئی کہ وہ قرآنی فہم اور معارف لٹائے گا۔ اور آپ نے بار بار یہ اعلان فرمایا:

وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے
اب میں دیتا ہوں اگر کوئی ملے امید وار

آج ہم وہ خوش قسمت ہیں جو ان خزانوں کے وارث ہیں۔ یہ خزانے حضرت مسیح موعودؑ اور آپ کے خلفاء کی تفاسیر قرآن، اور دیگر کتب اور خطبات کی صورت میں موجود ہیں۔ نیز آج کے زمانے کی ضرورت کے مطابق حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی ترجمۃ القران کلاسز جن میں آپ نے لفظی ترجمہ کے ساتھ آیات کی مختصر تشریح بھی بیان فرمائی ہے۔ جنہوں نے ان کلاسوں سے استفادہ کیا ان کو قرآن کریم سے غیر معمولی عشق اور محبت پیدا ہوئی۔ یہ ایک ایسا تجربہ ہے جو آپ میں سے ہر ایک کرسکتا ہے۔ اور ضرور کرنا چاہئے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید کو سمجھ کر پڑھنے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’بس ضرورت اس بات کی ہے کہ ہر وہ شخص جو اپنی اصلاح کرنا چاہتا ہے۔ ہدایت کے راستے تلاش کرنا چاہتا ہے۔ وہ نیک نیت ہوکر، پاک دل ہوکر اس کو پڑھے اور اپنی عقل کے مطابق اس پر غور کرے۔ اپنی زندگی کو اس کے حکموں کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرے۔ کوشش تو بہرحال شرط ہے وہ تو کرنی پڑتی ہے۔ دنیاوی چیزوں کے لئے بھی کوشش کرنی پڑتی ہے اس کے بغیر کچھ حاصل نہیں ہوتا‘‘

(خطبہ جمعہ 24 ستمبر 2004)

اگر ہم قرآن کریم کی طرف سنجیدگی سے توجہ نہیں کرتے تو ہمیں قرآن مجید کی اس آیت کو یاد رکھنا چاہئے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَقَدۡ اٰتَیۡنٰکَ مِنۡ لَّدُنَّا ذِکۡرًا ﴿۱۰۰﴾ مَنۡ اَعۡرَضَ عَنۡہُ فَاِنَّہٗ یَحۡمِلُ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ وِزۡرًا ﴿۱۰۱﴾

(طہٰ:100-101)

اور یقینا ہم نے تجھے اپنی جناب سے ذکر عطا کیا ہے۔ اور جس نے اس سے اعراض کیا وہ یقینا قیامت والے دن بوجھ اٹھائے گا۔

قرآن کریم سے اعراض اس کے پڑھنے اور سیکھنے میں کوتاہی اور اس کے احکام پر عمل نہ کرنا ہے۔ اس کا اعراض قوموں کو دنیا میں ہی جہنم میں دھکیل دے گا اور قیامت کو وہ ان نافرمانیوں کے بوجھ اٹھائے ہوئے ہوں گے۔

قرآن کریم میں دلچسپی نہ لینے کی ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ شاید ہم میں سے بہت سوں نے اس کا ذاتی تجربہ ہی نہیں کیا۔ جس طرح دنیا کی باقی چیزوں کا ہم ذاتی طور پر تجربہ نہ کریں صرف دوسروں کے بتانے سے ان کا فائدہ اور لطف نہیں اٹھاسکتے۔ یہی حال کلام اللہ کا بھی ہے۔ جب انسان اس کو محبت کے ساتھ سیکھنے کی نیت سے پڑھنا شروع کرتا ہے تو رفتہ رفتہ اس کی تاثیرات کو محسوس کرتا ہے۔ قرآن کریم کی ایک زبردست تاثیر یہ ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کا عشق پیدا کرنے کی بے انتہا قوت ہے۔ اس میں ایک

ایسی کشش ہے جو انسانی فطرت کو خدا کی طرف کھینچتی ہے اور اسے روشنی، سکون اور اطمینان کی طرف لے جاتی ہے۔ انسان کو روزمرہ زندگی میں اپنے بہت سے سوالوں کے جواب مل جاتے ہیں۔ اس کی ذات کے خلا پر ہوجاتے ہیں۔ ڈپریشن اور اداسی دور ہوجاتی ہے۔ اور بہت سے معاملات میں انسان کی سوچ واضح ہو جاتی ہے۔ بس ہمارا کام اخلاص اور صبر کے ساتھ کوشش کرنا ہے۔ اس کے نتائج ہمیں خود بخود میں نظر آنے لگ جائیں گے۔ کبھی اطمینان قلب کی صورت میں، کبھی قبولیت دعا کی صورت میں، اور کبھی مشکلات کے حل کی صورت میں۔

قرآن کریم ابتدا میں ہی یہ دعویٰ کرتا ہے کہ یہ کتاب متقیوں کے لئے ہدایت ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”اس کتاب کے مطالعہ سے انسانی فطرت کو وہ ابتدائی دھکا لگتا ہے جو اسے عشق کی راہ پر گامزن کر دیتا ہے۔ اور خواہ کسی درجے کا متقی ہو اس کی راہنمائی کے لئے اس کتاب میں پاک اور مصفیٰ الٰہی تعلیم موجود ہے جس سے متقی کے دل کو یہ تسکین حاصل ہوتی ہے کہ وہ صرف اپنی عقل سے کام نہیں لے رہا بلکہ اسے خدا تعالیٰ کی بتائی ہوئی ہدایت حاصل ہے۔ جس کی مدد سے وہ ہر قدم یقین اور اطمینان سے اٹھا سکتا ہے اور شک و شبہ کی زندگی سے پاک ہو جاتا ہے۔“ پھر هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ کی مزید تفسیر کرتے ہوئے حضور فرماتے ہیں: ”قرآن کریم میں ایسی قوت ہے کہ جب اس کے کسی ایک حکم پر انسان عمل کرے تو اسے مزید نیکیوں کی توفیق ملتی ہے اور اس کے خیالات میں جلا پیدا ہوتی ہے اور اس کا فکر اور اس کا حوصلہ بڑھتا چلا جاتا ہے۔ باریک در باریک تقویٰ کی راہیں اس پر کھولی جاتی ہیں۔ گویا وہ ایک لامتناہی نیکی اور تقویٰ کی نہ ختم ہونے والی راہوں پر چل پڑتا ہے اور اس کی ترقیات کی کوئی انتہا مقرر نہیں کی جاسکتی“

(تفسیر کبیر جلد اول صفحہ 92-93)

فصیح وبلیغ عربی زبان میں نازل ہونے والا یہ کلام اپنے مضامین کی وسعت وگہرائی، باریک در باریک چھپے ہوئے حقائق و دقائق، اختصار اور فصاحت وبلاغت کے لحاظ سے ایسا بے مثل ہے کہ آج تک قرآنی چیلنج کے باوجود کوئی اس جیسی چھوٹی سے چھوٹی سورت یا آیت لانے میں کامیاب نہ ہوسکا۔

یہ وہی پاک کلام ہے جسے مشہور قادر الکلام عرب شاعر لبید نے سنا تو اس کی عظمت کے آگے گھٹنے ٹیک دینے پر ایسا مجبور ہوا کہ شعر کہنے چھوڑ دیئے۔ چنانچہ جب اسے تازہ کلام سنانے کو کہا گیا تو کہنے لگا کہ میں نے جب سے سورت البقرہ اور اٰل عمران پڑھی ہیں۔ میں نے شعر کہنے چھوڑ دیئے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کا قبول اسلام بھی قرآنی تائید کا اعجاز تھا۔ وہ رسول اللہ کو نقصان پہنچانے کا پختہ ارادہ کرکے گھر سے نکلے۔ مگر راستے میں اپنی بہن کے ہاں سورۃ طٰہٰ کی ابتدائی آیات پڑھتے ہی کہہ اٹھے کہ یہ کتنا خوبصورت عزت والا کلام ہے اور اسلام قبول کرلیا۔ اور ساری عمر اسی قرآن کی پیروی اور عشق میں گزار دی۔

کوئی سوچ سکتا ہے کہ ابوجہل ہدایت کیوں نہ پاسکا۔ دراصل قرآن کریم سمجھنے اور اس سے ہدایت پانے کے لئے تقویٰ بنیادی شرط ہے۔ اور کم ازکم تقویٰ یہ ہے کہ حقیقت یا سچائی کو دیکھ کر تسلیم کرلیا جائے۔ یعنی جو لوگ صداقت کو ماننے کے لئے تیار ہوں قرآن کریم ان کو ہدایت دیتا ہے۔ پھر قرآن سے ہدایت پانے کے لئے تکبر کو توڑنا اور عاجزی اور خاکساری کو اختیار کرنا ضروری ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ”دینی علم اور پاک معارف کے سمجھنے اور حاصل کرنے کے لئے پہلے سچی پاکیزگی کا حاصل کرلینا اور ناپاکی کی راہوں کا چھوڑ دینا ازبس ضروری ہے۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے۔ لَا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ (الواقعہ:80) یعنی خدا کی پاک کتاب کے اسرار کو وہی لوگ سمجھتے ہیں جو پاک دل ہیں اور پاک فطرت اور پاک عمل رکھتے ہیں۔ دنیوی چالاکیوں سے آسمانی علم ہرگز حاصل نہیں ہو سکتے“

(ست بچن، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 126)

جس وقت قرآن نازل ہوا اس وقت عربوں میں ہر وہ برائی پائی جاتی تھی جو آج دنیا کے تمام مختلف ممالک میں پائی جاتی ہے۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے نزول قرآن اور حضور ﷺ کی قوت قدسیہ نے ان کی کایا ہی پلٹ دی۔ پھر انہوں نے روحانیت اور تقویٰ میں ایسی ترقی کی کہ سب تاریکیاں ان سے دور ہوئیں اور آسمانی نور ان کے دلوں پر نازل ہوا یہاں تک کہ خود حضور ﷺ نے ان کے بارے میں گواہی دی کہ میرے صحابہ آسمان ہدایت کے روشن ستارے بن چکے ہیں۔ اب تم میں سے جو چاہے ان میں سے جس کی چاہے پیروی کرے وہ راستہ نہیں بھٹکے گا۔ انہیں صحابہ میں سے وہ بابرکت وجود بھی تھے کہ جنہیں رب العزت نے قرآن کی برکت سے فرش سے اٹھا کر عرش پر پہنچا دیا۔ وہ بادشاہی کے تخت پر بٹھائے گئے اور اسلام کے خلفائے راشدین کا بلند روحانی مقام پایا۔

قرآن خدانما ہے خدا کا کلام ہے
بے اس کے معرفت کا چمن ناتمام ہے

قرآن صرف روحانی علم وحکمت کا خزانہ ہی نہیں بلکہ سائنسی علوم کا سرچشمہ بھی ہے۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے جب قرون وسطیٰ کے مسلمانوں نے قرآن کو حقیقی عزت دی تو وہ عظمتوں کی بلندیوں تک جا پہنچے۔ مسلمانوں کی لکھی ہوئی سائنس اور فلکیات کی کتابیں یورپی درسگاہوں میں چارسو سال تک پڑھائی جاتی رہیں۔ پھر جب مسلمان وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ قرآن سے دور ہوئے تو نہ ان کا دین درست رہا اور نہ دنیا۔

پھر کئی سو سالوں کے بعد چودھویں صدی کے آخر میں ایک مسلمان احمدی سائنسدان ڈاکٹر عبد السلام نے علم کے میدان میں دنیا کا سب سے بڑا نوبل انعام حاصل کرکے تاریخ کے دھارے کو موڑ دیا۔ یہ کوئی اتفاقی بات نہیں تھی۔ دراصل خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ مومن تعلیم کے میدان میں اپنی عظمت دوبارہ قائم کریں اور ایک بار پھر علمی دنیا کے امام بن کر ہمیشہ کے لئے اس کو قائم رکھیں۔ ڈاکٹر عبد السلام کی کامیابیوں کا ایک راز یہ ہے کہ انہوں نے قرآن سے رہنمائی حاصل کی اور سائنس پر تحقیق کو عبادت سمجھا۔ پس آج کی نوجوان نسل یہ نہ سمجھے کہ اگر انہوں نے قرآن سیکھنے میں وقت صرف کیا تو ان کی دوسری پڑھائی کا حرج ہوگا۔ بلکہ قرآن کی برکت سے دوسری تعلیم میں غیر معمولی آسانیاں پیدا ہوں گی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود کو الہاماً بتایا اَلْخَيْرُ كُلُّهٗ فِي الْقُرْآن کہ تمام تر بھلائیاں قرآن میں ہیں۔ اس لئے دنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ ہماری زندگیوں میں قرآن کریم سیکھنے اور پھر آگے سکھانے کی طرف خاص توجہ ہونی چاہئے۔

آنحضور ﷺ نے فرمایا خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهٗ (بخاری) تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو خود قرآن سیکھتا اور دوسروں کو سکھاتا ہے۔ ایک اور روایت میں آتا ہے حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں میں سے کچھ لوگ اہل اللہ ہوتے ہیں۔ اس پر آپؐ سے دریافت کیا گیا یا رسول اللہ! خدا کے اہل کون ہوتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا ”قرآن والے اہل اللہ اور اللہ کے خاص بندے ہوتے ہیں۔“ (ابن ماجہ)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”کامیاب وہی لوگ ہوں گے جو قرآن کریم کے ماتحت چلتے ہیں۔ قرآن کریم کو چھوڑ کر کامیابی ایک ناممکن اور محال امر ہے“

(الحکم 31/ اکتوبر 1901ء)

پس کیوں نہ ہم اپنی کامیابیوں کو حاصل کرنے کے لئے یہ نسخہ آزمائیں۔ دین بھی سنور جائے گا اور دنیاوی مسائل بھی حل ہو جائیں گے۔ یہ حقیقت ہے کہ ہماری ہر بے چینی اور بے سکونی کا حل قرآن مجید میں موجود ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

”یاد رکھو قرآن شریف حقیقی برکات کا سرچشمہ اور نجات کا سچا ذریعہ ہے۔ یہ ان لوگوں کی اپنی غلطی ہے جو قرآن شریف پر عمل نہیں کرتے۔ عمل نہ کرنے والوں میں ایک گروہ تو وہ ہے جس کو اس پر اعتقاد ہی نہیں۔ اور وہ اس کو خدا تعالیٰ کا کلام ہی نہیں سمجھتے۔ یہ لوگ تو بہت دور پڑے ہوئے ہیں۔ لیکن وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور نجات کا شفا بخش نسخہ ہے اگر وہ اس پر عمل نہ کریں تو کس قدر تعجب اور افسوس کی بات ہے ان میں سے بہت سے تو ایسے ہیں جنہوں نے ساری عمر میں کبھی اسے پڑھا ہی نہیں۔ پس ایسے آدمی جو خدا تعالیٰ کے کلام سے ایسے غافل اور لاپرواہیں ان کی ایسی مثال ہے کہ ایک شخص کو معلوم ہے کہ فلاں چشمہ نہایت ہی مصفیٰ اور شیریں اور خنک ہے اور اس کا پانی بہت سی امراض کے واسطے اکسیر اور شفا ہے۔ یہ علم اس کو یقینی ہے لیکن باوجود اس علم کے اور باوجود پیاسا ہونے اور بہت سی امراض میں مبتلا ہونے کے وہ اس کے پاس نہیں جاتا تو یہ اس کی کیسی بدقسمتی اور جہالت ہے۔ اسے تو چاہئے تھا کہ وہ اس چشمے پر منہ رکھ دیتا اور سیراب ہو کر اس کے لطف اور شفا بخش پانی سے حظ اٹھاتا۔ مگر باوجود علم کے اس سے ویسا ہی دور ہے جیسا کہ ایک بے خبر۔ اور اس وقت تک اس سے دور رہتا ہے جو موت آ کر خاتمہ کر دیتی ہے۔ اس شخص کی حالت بہت ہی عبرت بخش اور نصیحت خیز ہے۔ مسلمانوں کی حالت اس وقت ایسی ہی ہو رہی ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ ساری ترقیوں اور کامیابیوں کی کلید یہی قرآن شریف ہے جس پر ہم کو عمل کرنا چاہئے۔ مگر نہیں اس کی پرواہ بھی نہیں کی جاتی“

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 140)

اللہ کرے کہ ہم لوگ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت میں ہیں قرآن کو سیکھ کر اس کی محبت کو اپنے دلوں میں بٹھانے والے ہوں تا کہ آسمان پر عزت پانے کے قابل ہوسکیں۔ آسمان پر عزت پانا کیا ہے یہی کہ ہمیں خدا کا قرب حاصل ہو۔ قبولیت دعا کے نشان ملیں۔ اور اس کے پیار کی نظر ہم پر پڑے۔ اور ہماری دنیا اور آخرت سنور جائے۔

پایاب ہو تمہارے لئے بحر معرفت
کھل جائے تم پہ راز حقیقت خدا کرے
قرآن پاک ہاتھ میں ہو دل میں نور ہو
مل جائے مومنوں کی فراست خدا کرے

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
Download on the App Store
ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

سلیم الحق خان۔ نمائندہ الفضل آن لائن یوکے

مجلس انصار اللہ اسلام آباد، برطانیہ کے مقامی اجتماع کا انعقاد

اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ مجلس انصار اللہ اسلام آباد کا مقامی اجتماع مؤرخہ 2 اپریل، بروز ہفتہ مسرور ہال اسلام آباد میں منعقد ہوا۔ زعیم صاحب انصار اللہ نور الحق صاحب نے صدر صاحب مجلس انصار اللہ یوکے مکرم ڈاکٹر اعجاز الرحمٰن صاحب سے درخواست کی کہ لوکل اجتماع کے انعقاد کے لئے حضور اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے راہنمائی حاصل کریں۔ چنانچہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہ شفقت مجلس انصار اللہ اسلام آباد کو لوکل اجتماع اسلام آباد کے مسرور ہال میں رکھنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ اسلام آباد مجلس کا یہ پہلا سالانہ اجتماع ہے جو covid-19 کی وباء کے بعد منعقد ہوا۔

اجتماع کی تیاری کے لئے زعیم صاحب نے ایک کمیٹی تشکیل دی۔ کمیٹی کے ممبران نے اس اجتماع کی تیاری میں بھرپور حصہ لیا۔ امسال سالانہ اجتماع کا موضوع خلافت کی اہمیت اور برکات تھا۔

رجسٹریشن صبح 9 بجے شروع ہوئی جس کے بعد افتتاحی اجلاس زعیم صاحب اعلیٰ مکرم زکریا چوہدری صاحب کی صدارت میں منعقد ہوا۔ تلاوت، عہد اور نظم کے بعد زعیم صاحب اعلیٰ نے مختصر خطاب کیا جس میں انہوں نے انصار اللہ کو خلافت کی اہمیت اور برکات کے بارہ میں انکی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی اور اس کے بعد دعا کروائی۔

پہلے اجلاس کے بعد علمی و ورزشی مقابلہ جات کروائے گئے۔ جن میں تلاوت، نظم، فی البدیہہ تقریر، بیڈمنٹن اور ٹیبل ٹینس کے مقابلہ جات شامل تھے۔ علمی مقابلہ جات میں منصفین کے فرائض مکرم میر انجم پرویز صاحب اور مکرم صفدر حسین عباسی صاحب نے ادا کئے۔

تقریباً 1 بجے حاضرین کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا اور 2 بجے انصار نے اپنے پیارے امام حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی اقتداء میں نماز ظہر ادا کی۔ صدر صاحب انصار اللہ یوکے کی ہدایت پر اختتامی اجلاس کی صدارت مکرم صاحبزادہ مرزا وقاص احمد صاحب نائب صدر صف دوم نے کی۔ مکرم عبد اللہ واگس ہاؤزر صاحب امیر صاحب

جماعت احمدیہ جرمنی نے بھی اختتامی اجلاس میں شرکت فرمائی اور حاضرین سے مختصر خطاب کیا اور دعا کروائی۔ آخر میں مکرم صاحبزادہ مرزا وقاص احمد صاحب نے انعامات تقسیم کئے۔ اجلاس کا اختتام تقریباً ساڑھے تین بجے ہوا۔ حاضرین کی کل تعداد 68 تھی جن میں جماعت کے مرکزی مقامی بزرگان بھی شامل تھے۔

چھوٹی مگر سبق آموز بات

روحانیت کا موسم بہار

الحمد للہ! ہم سب ایک دفعہ پھر روحانیت کے موسم بہار یعنی رمضان المبارک میں سے گذر رہے ہیں۔ اللہ کرے کہ ہم اس مہینہ میں اپنی تمام چھوٹی بڑی کمزوریوں پر خاص نظر رکھتے ہوئے ان کو اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے ہوئے دور کرنے والے ہوں۔ نیکیوں اور حسن اعمال میں ترقی کرتے ہوئے ان میں دوام اختیار کرنے والے ہوں۔ خدا جانے کہ بہار اندر بہار پیدا کرنے والا یہ روحانیت کا موسم بہار پھر کسے نصیب ہو۔

بشریٰ نذیر آفتاب۔ سسکاٹون، کینیڈا

طلوع وغروب آفتاب

18/اپریل 2022ء

	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	04:40	18:41
مدینہ منورہ	04:36	18:45
قادیان	04:31	18:59
ربوہ	04:11	18:39
اسلام آباد ٹلفورڈ	04:32	20:03

فقہی کارنر

روزہ کس عمر سے رکھا جائے؟

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:۔

بارہ سال سے کم عمر کے بچے سے روزہ رکھوانا تو میرے نزدیک جرم ہے اور بارہ سال سے پندرہ سال کی عمر کے بچے کو اگر کوئی روزہ رکھواتا ہے تو غلطی کرتا ہے۔ پندرہ سال کی عمر سے روزہ رکھنے کی عادت ڈالنی چاہئے اور اٹھارہ سال کی عمر میں روزے فرض سمجھنے چائیں۔

مجھے یاد ہے جب ہم چھوٹے تھے ہمیں بھی روزہ رکھنے کا شوق ہوتا تھا مگر حضرت مسیح موعودؑ ہمیں روزہ نہیں رکھنے دیتے تھے اور بجائے اس کے کہ ہمیں روزہ رکھنے کے متعلق کسی قسم کی تحریک کرنا پسند کریں ہمیشہ ہم پر روزہ کا رعب ڈالتے تھے۔

(الفضل 11 اپریل 1925ء صفحہ 7)

(داؤد احمد عابد۔ استاد جامعہ احمدیہ برطانیہ)